VOLUME III JANUARY 1968 NUMBER 1

# JOURNAL OF RESEARCH

[HUMANITIES]

*Edited by Siraj-ud-Din*

UNIVERSITY OF THE PUNJAB
LAHORE

EDITORIAL BOARD

**Chief Editor**

Siraj-ud-Din, Professor and Head of the Department of English Language and Literature, University of the Punjab.

**Members**

Muhammad Baqir, Principal and Head of the Department of Persian, Oriental College, University of the Punjab.

Sh. Imtiaz Ali, Principal, Law College, University of the Punjab.

Ala-ud-Din Siddiqui, Professor and Head of the Department of Islamic Studies, University of the Punjab.

M. Afzal, Professor and Head of the Department of Administrative Science, University of the Punjab.

Anwar Husain Syed, Professor and Head of the Department of Political Science, University of the Punjab.

Abdul Hamid, Head of the Department of History, University of the Punjab.

Anna Molka Ahmad, Reader and Head of the Department of Fine Arts, University of the Punjab.

Riffat Rashid, Reader and Head of the Department of Social Work, University of the Punjab.

Rana M. N. Ehsan Elahi, Reader and Head of the Department of Arabic, Oriental College, University of the Punjab.

Syed Viqar Azim, Reader and Head of the Department of Urdu, Oriental College, University of the Punjab.

C. A. Qadir, Reader and Head of the Department of Philosophy, University of the Punjab.

Rafiq Ahmad, Reader and Head of the Department of Economics, University of the Punjab.

Muhammad Murtaza Khan, Reader and Officiating Principal, Hailey College of Commerce, University of the Punjab.

Muhammad Fayyaz, Officiating Head of the Department of Sociology, University of the Punjab.

**Secretary**

Iqbal Husain, Department of Literary History, University of the Punjab.

VOLUME III JANUARY 1968 NUMBER 1

# JOURNAL OF RESEARCH

## [HUMANITIES]

*Edited by Siraj-ud-Din*

UNIVERSITY OF THE PUNJAB
LAHORE

# فہرست مضامین

## ممتاز الامثال

مؤلفہ

اسدالدولہ ممتاز الملک نواب فیض علی خان المتخاص بہ ممتاز

مرتبہ

عبادت بریلوی

# ممتاز الامثال

مؤلفہ

اسدالدولہ ممتازالملک نواب فیض‌علی‌خاں المتخلص بہ ممتاز

مرتبہ

عبادت بریلوی

مقالہ نگار

عبادت بریلوی، ایم ۔ اے، پی ایچ ۔ ڈی (لکھنئو)، ایف ۔ آر ۔ ایس (لندن)،
پروفیسر و صدر شعبۂ اردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی ۔

داستان (۸)

ہاتھی پھرے گانو گانو ــ جس کا ہاتھی اس کا نانو ۵۹

داستان (۹)

بنی کے سب ساتھی ۶۱

داستان (۱۰)

ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھے ۶۷

داستان (۱۱)

اپنے نین گنوائے کے در در مانگے بھیک ۶۹

داستان (۱۲)

اندھا بانٹے ریوڑیاں ٹٹول ٹٹول اپنے ہی کو دے ۷۳

داستان (۱۳)

میاں ہمارے گھر نہیں ہمیں کسی کا ڈر نہیں ۷۴

داستان (۱۴)

سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاھے کا ۷۶

داستان (۱۵)

گڑ کھائے گلگلوں کا پرہیز ۷۸

داستان (۱۶)

بھس میں چنگی ڈال جمالو دور کھڑی ۸۲

داستان (۱۷)

تھوڑا کھانا اور سکھی رہنا ۸۳





داستان (۱۸)

خود را فصیحت دیگراں را نصیحت ۸۵

داستان (۱۹)

جس کو پیا چاہیں وہی سہاگن ۸۷

داستان (۲۰)

ناچ نہ جانوں آنگن ٹیڑھا ۹۰

داستان (۲۱)

نیکی برباد گنہ لازم ۹۲

داستان (۲۲)

مرد کی موت نامرد کے ہات کیا کیا گیدڑ نے شیر کے سات ۹۵

داستان (۲۳)

خدمت کرے سو عظمت پاوے ۹۷

داستان (۲۴)

جس کا کھائے اس کا گائے ۹۹

داستان (۲۵)

اندھوں میں کانا راؤنا (رانا) ۱۰۲

داستان (۲۶)

جیسا دیس ویسا بھیس ۱۰۴

داستان (۲۷)

من بھاتا کھائے جگ بھاتا پہنے ۱۰۶

داستان (۲۸)
جس کی لاٹھی اس کی بھینس ۱۰۸
داستان (۲۹)
دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا ۱۰۹
داستان (۳۰)
دائی کے آگے پیٹ چھپانا ۱۱۱
داستان (۳۱)
یار کی یاری سے کام یار کے فعلوں سے کیا کام ۱۱۲
داستان (۳۲)
پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل ۱۱۵
داستان (۳۳)
نادان کی دوستی جی کا نقصان ۱۱۸
داستان (۳۴)
بھولا پھرے کسان کاتک مانگے مینہ ۱۲۰
داستان (۳۵)
کاٹ کی ہنڈیا نہیں چڑھتی ہے پیارے بار بار ۱۲۳
داستان (۳۶)
لیلیٰ را بہ چشمِ مجنوں باید دید ۱۲۷
داستان (۳۷)
تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو ۱۲۹



داستان (۳۸)
دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست ۱۳۲
داستان (۳۹)
غم نہ داری بز بخر ۱۳۷
داستان (۴۰)
ناؤ کاغذ کی سدا پانی میں بہتی ہی نہیں ۱۴۰
داستان (۴۱)
آگ کھائے انگارے ہگے ۱۴۳
داستان (۴۲)
آنکھوں سے اندھا اور نام نین سکھ ۱۴۴
داستان (۴۳)
راجہ کے گھر آوے رانی کہلاوے ۱۴۶
داستان (۴۴)
وہ دن گئے جو خلیل خاں فاختہ اڑاتے تھے ۱۵۱
داستان (۴۵)
مشتے نمونہ از خروارے ۱۵۸
داستان (۴۶)
اندھے کی جورو سوداگر کا گھوڑا ۱۶۵
داستان (۴۷)
باسی رہے نہ کتا کھائے ۱۶۷

داستان (۴۸)

یک در گیر و محکم گیر ۱۷۱

داستان (۴۹)

ان تلوں میں تیل نہیں ۱۷۳

داستان (۵۰)

سو سنار کی ایک لوہار کی ۱۷۸

داستان (۵۱)

رات کا بھاؤ چھوڑو دن کا بھاؤ دو ۱۸۰


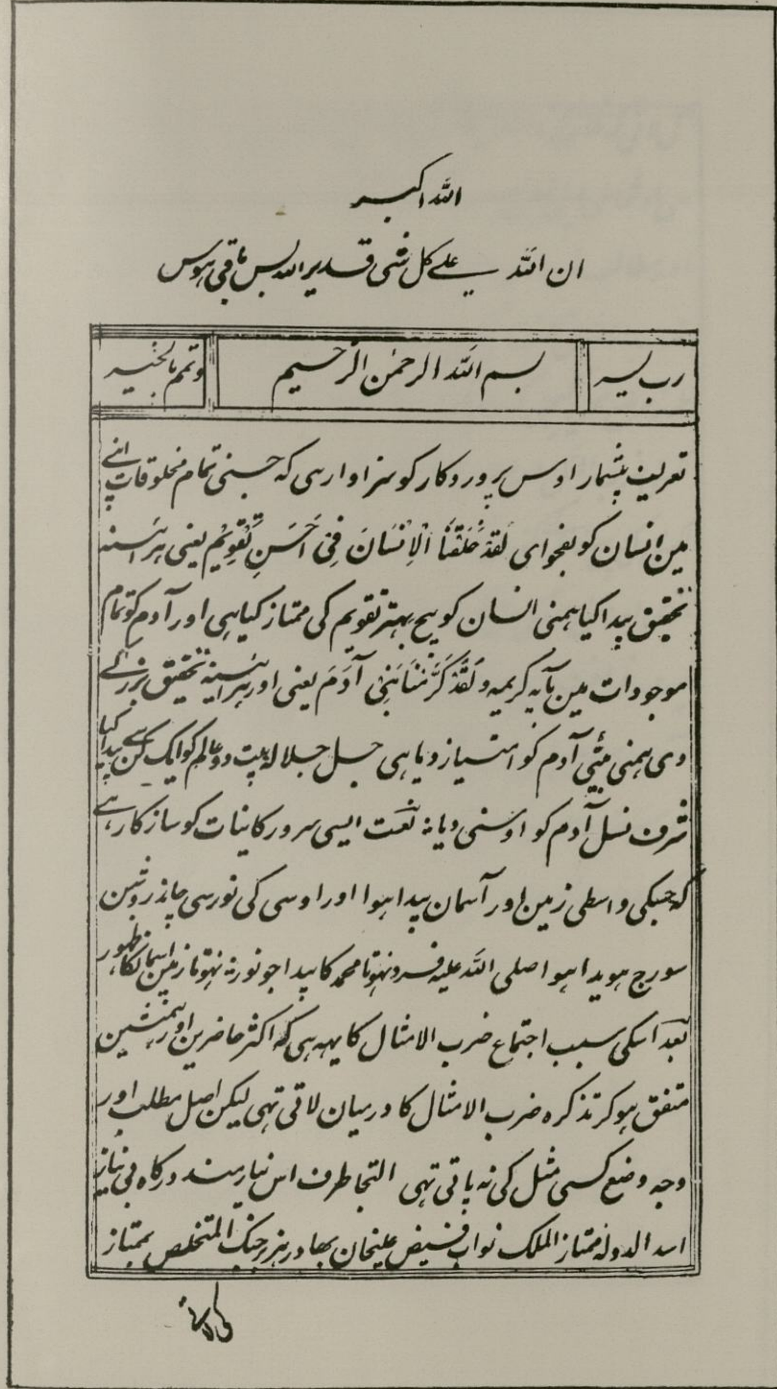

اللہ اکبر

ان اللہ علی کل شیء قدیر اللہ بس باقی ہوس

رب یسر | بسم اللہ الرحمن الرحیم | وتمم بالخیر

تعریف بیشمار اوس پروردگار کو سزاوار ہی کہ جسنی تمام مخلوقات اپنی
مین انسان کو بفحوای لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی ہر آئینہ
تحقیق پیدا کیا ہمنی انسان کو بیچ بہتر تقویم کی ممتاز کیا ہی اور آدم کو تمام
موجودات مین بآیہ کریمہ ولقد کرمنا بنی آدم یعنی اور ہر آئینہ تحقیق بزرگی
دی ہمنی بنی آدم کو امتیاز دیا ہی جل جلالہ بیت دو عالم کو ایک کن سے پیدا کیا
شرف نسل آدم کو اوسنی دیا ۔ نعت ایسی سرور کائنات کو سزاوار ہے
کہ جسکی واسطی زمین اور آسمان پیدا ہوا اور اوسی کی نور سی چاند روشن
سورج ہویدا ہوا صلی اللہ علیہ فرد نہوتا محمد کا پیدا جو نور نہ ہوتا زمین آسمان کا ظہور
بعد اسکی سبب اجتماع ضرب الامثال کا یہہ ہی کہ اکثر حاضرین او ہمنشین
متفق ہوکر تذکرہ ضرب الامثال کا درمیان لاتی تھی لیکن اصل مطلب اور
وجہ وضع کسی مثل کی نہ پاتی تھی التجا طرف اس نیازمند درگاہ بی نیاز
اسد الدولہ ممتاز الملک نواب فیض علیخان بہادر ہزبر جنگ المتخلص بممتاز

ممتاز الامثال کے پہلے صفحے کا عکس

کی لاقی کہ ظاہر کرنا امثال کا کرکی یہہ خلش اور خلجان ہماری خاطر
سی اوٹھائی اپنی تئین بسبب کم فرصتی کی کہ امورات مالی اور ملکی
اور مطالب ضروری درپیش رہتی اتفاق بیان مطالب اصلی
ضرب الامثال کا نہوتا لیکن ارادہ مصمم رہتا تہا کہ کوئی اس طرح کی
طرز مرصع تحریر کیجئی کہ عام فہم اور خاص پسند ہو ایک روز کمر ہمت واسطی
لکہنی ضرب المثل اور مطلب اصلی امثال کی چست باندہی اور یہہ وضع
لکہنی کی پیچ خاطر کی گذری کہ عبارت اوسکی مطلب نویسی دنیاوی مین بکار
آوی اور معنی اوسکی سی حقیقت عقبی کی ظاہر ہووی جیسی کہ کہا ہے
بیت ظرافت مین ہی معرفت کا اثر ❊ حقیقت کو سمجھی جو رکہی خبر ❊
اسی واسطہ مین اس طرز مین لکہتا ہون تو پڑہنی والونکو فایدہ تمام
اور سننی والون کو نفع تمام حاصل ہو نام اس کتاب کا ممتاز الامثال
رکہا باللہ التوفیق والیہ المستعان یعنی ساتہہ اللہ کی ہے توفیق اور اوسی کے
طرف سی ہی مدد فقط

داستان

المبر

برات عاشقان بر شاخ آہو ضرب المثل ہی اور سبب وضع اس مثل کا یہہ
داستان ہی ایک عاشق بی زر طالب سیمبر تہا گویا مرغ بی پر ہوا دار
شاخ پر ثمر تہا ملنا معشوق کا بی زر امر محال ہی اور وصال یار سی تا توان

ممتاز الامثال کے دوسرے صفحے کا عکس

# مقدمہ

بلوم ہارٹ نے برٹش میوزیم کی فہرست مخطوطات اردو میں ممتازالامثال کے قلمی نسخے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کے بیان سے پوری طرح اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ اس نے تو صرف اتنی معلومات فراہم کی ہے کہ یہ کتاب ضرب الامثال کے بارے میں ہے۔ اس کے مؤلف جھجھر کے نواب اسدالدولہ ممتاز الملک، ہزبر جنگ نواب فیض علی خاں تھے۔ ان کا تخلص ممتاز تھا۔ یہ جھجھر کے آخری نواب عبدالرحمٰن خاں کے دادا (۱) تھے جن کو انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں بغاوت کا الزام لگا کر پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ یہ کتاب نواب فیض علی خاں نے تین جلدوں میں لکھی تھی۔ تیسری جلد نا مکمل رہ گئی۔ ان تینوں جلدوں میں کل ۲۹۷۹ کہانیاں ہیں۔ ہر جلد میں کہانیوں کی فہرست بھی بنا کر شامل کی گئی ہے اور جن صفحات پر کہانیاں درج کی گئی ہیں ان کے نمبر بھی دے دیے گئے ہیں۔ میوزیم (۲) کی فہرست میں پہلی جلد کا نمبر ۳۲۲۴، دوسری کا ۳۲۲۵ اور تیسری کا ۳۲۲۶ ہے۔ پہلی جلد میں ۵۳۹، دوسری میں ۵۰۰ اور تیسری میں ۲۸۶ اوراق ہیں۔ سائز بڑا ہے اور یہ تینوں جلدیں اعلٰی درجے کے کاغذ پر خط نستعلیق میں نہایت خوش خط لکھی ہوئی ہیں۔(۱)

(۱) بلوم ہارٹ سے سہو ہوا ہے۔ نواب عبدالرحمٰن کے دادا فیض محمد خاں تھے اور نواب فیض علی خاں فیض محمد خاں کے بیٹے تھے۔

(۲) بلوم ہارٹ: فہرست مخلوطات (اردو) برٹش میوزیم لندن: ص ۲۴

میں نے اپنے لندن کے دوران قیام میں بلوم ھارٹ کے اس بیان کو پڑھ کر اس قلمی نسخے کو نکلوایا اور بغور دیکھا تو مجھے یہ کتاب ضرب الامثال کی ایک اچھی خاصی انسائیکلوپیڈیا معلوم ہوئی - اس میں مجھے اردو نثر اور نظم کے بھی بہت اچھے نمونے نظر آئے اور اس میں ضرب الامثال کے بارے میں جو کہانیاں لکھی گئی ھیں، ان میں بھی دلچسپی کا بڑا سامان دکھائی دیا - چنانچہ اس کی اسی اھمیت کے پیش نظر میرے دل میں یہ خیال پیدا ھوا کہ اردو دنیا کو اس دلچسپ اور اھم کتاب سے روشناس کرایا جائے - اس سے قبل اردو کی اس اھم کتاب کو نہ تو کسی نے دیکھا اور نہ غور سے اس کا مطالعہ کر کے اس کی اھمیت کا اندازہ لگایا - اس صورت حال کی وجہ سے، مجھے یہ خیال آیا کہ اس کتاب کا مطالعہ، اردو زبان اور ادب سے لگاؤ رکھنے والوں کے لئے، یقیناً دلچسپی کا باعث ھوگا - اسی خیال سے میں نے محض تعارف کے طور پر، فی الحال اس ضخیم کتاب کا صرف ایک انتخاب شائع کرنا مناسب سمجھا - مکمل کتاب انشاء اللہ آئندہ شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع کی جائے گی -

یہ عجیب و غریب کتاب کسی زمانے میں جھجھر کی ریاست کے نوابوں کے کتب خانے میں تھی - جب ۱۸۵۷ء میں دلی اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں غدر پڑا تو جھجھر کی ریاست بھی اس ھنگامے سے متاثر ہوئی - اگرچہ اس ریاست کو انگریزوں نے قائم کیا تھا اور وہ ھمیشہ اس کے نوابوں کی پشت پناھی کرتے رہے تھے، لیکن جب آزادی کی جنگ شروع ھوئی تو اس ریاست کے آخری نواب عبدالرحمٰن خاں بھی اس میں



شامل ھو گئے اور انھوں نے بھی انگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا، لیکن ناکام رہے - جب انگریزوں کا تسلط ھوا تو انھوں نے ریاست ضبط کر لی اور نواب عبدالرحمٰن خاں کو دلی میں پھانسی پر چڑھا دیا - اس ھنگامے میں جھجھر کی ریاست تباہ ھو گئی، اور اس کے ساتھ ھی جھجھر کے نوابوں کا کتب خانہ بھی تباہ و برباد ھو گیا - بعض بچی کھچی کتابیں دلّی لائی گئیں - ان میں یہ عجیب و غریب کتاب بھی تھی - اس کتاب کی تینوں جلدیں کسی با ذوق شخص کے ھاتھ لگیں، اور وہ ان کو اپنے ساتھ لندن لے گیا - برٹش میوزیم نے اس کتاب کی تینوں جلدیں جوزف کنگ سے ۹ جنوری ۱۸۸۶ء کو خریدیں - چنانچہ اس پر یہ عبارت ملتی ھے - Bt. of Joseph King 9 Jan. 1886. اس وقت سے اس اھم کتاب کے یہ قلمی نسخے برٹش میوزیم کے شعبۂ مشرقی کے کتب خانے کی زینت ھیں -

اس قلمی کتاب کی پہلی جلد کے پہلے صفحے پر غالباً اسی شخص نے اپنے ھاتھ سے انگریزی میں یہ تفصیل لکھی ھے - اصل عبارت یہ ھے :-

Mumtaz ul Amsal —— Urdu —— by Nawab Faiz Ali Khan, the grandfather of the Nawab who was hanged at Delhi in 1857.

This is the collection of stories from which the various Urdu proverbs have been derived.——The Urdu is excellent. This copy was probably the property of the Jujjar Nawab Abdul Rahman Khan, who, as above stated, was hanged; his Library having been brought into Delhi after its capture.

The third Volume is incomplete.———— (1)

(۱) اس عبارت کے کچھ الفاظ مٹ گئے ھیں اس لئے پڑھے نہیں جاتے -

جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے، اور اس عبارت سے بھی ظاہر ہے، یہ کتاب جھجھر کے نواب فیض علی خاں کی تالیف ہے۔ یہ نواب فیض علی خاں جھجھر کے دوسرے نواب فیض محمد خاں کے بیٹے اور پہلے نواب نجابت علی خاں کے پوتے تھے۔ یہ اپنے والد نواب فیض محمد خاں کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے۔ یہ وہی فیض محمد خاں تھے جنہوں نے نواب شمس الدین خاں کے ساتھ مل کر مسٹر فریزر کو قتل کروایا تھا (۲) نواب فیض علی خاں کی زندگی کا زیادہ زمانہ ملکی اور مالی معاملات و مسائل کو سلجھانے میں صرف ہوا (۳)۔ لیکن انھیں علمی معاملات سے بھی دلچسپی تھی، اور وہ فرصت کے اوقات میں تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے تھے (۴) ان کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ کتاب ممتاز الامثال ہے۔ نواب فیض علی خاں کا انتقال ۱۸۳۵ء میں ہوا۔(۵) ان کے انتقال کے بعد نواب عبدالرحمٰن خاں تخت نشین ہوئے، جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ان کے بیٹے تھے۔ یہی عبدالرحمٰن خاں تھے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مجاھدوں کے ساتھ مل گئے تھے اور انگریزوں نے دلّی میں انھیں پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔

نواب فیض علی خاں کے آبا و اجداد کی تفصیل برٹش میوزیم کے ایک اور قلمی نسخے کیفیت احوال جھجر میں ملتی ہے۔ اس میں لکھنے والے نے مختلف واقعات کو اخبار اور روز نامچے کے انداز میں بیان کیا ہے۔

(۲) کیفیت احوال جھجھر وغیرہ: قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن
(۳) ایضاً
(۴) ایضاً
(۵) ایضاً



اور اس طرح اس ریاست اور اس کے نوابوں کی تصویر بڑی چابک دستی سے کھینچی ہے۔ اس تصویر میں نواب فیض علی خاں اور ان کے بزرگوں کی شخصیتوں کے خد و خال نمایاں نظر آتے ہیں۔

اس کا مؤلف لکھتا ہے :۔

''نواب نجابت علی خاں قدیم سے رسالہ‌دار اور متابعت میں حاکمان وقت کی رہتے آئے ہیں۔ شروع عملداری سرکار دولت مدار کے نواب نجابت علی خان اھائی سرکار کی رفاقت میں حاضر ہوئے، اور تعاقب مہاراجہ جسونت راؤ ہولکر میں ہمراہ رکاب نواب مستطاب لاٹ لیک صاحب بہادر کے بیاس ندی تک گئے تھے۔ بعد معاودت اور سلوک مہاراجہ موصوف کے لاٹ صاحب ممدوح نے پرگنات سابق کہ میان دو آب میں تھے، لے لئے۔ اور آٹھ لاکھ روپے کی جمع کے پرگنات نواب نجابت علی کی جائداد میں عنایت فرمائے۔

بعد چندے نواب نجابت علی خاں مر گئے، اور ان کے بیٹے نواب فیض محمد خاں گدی نشین ہوئے۔ نواب نجابت علی خاں کے عہد میں نواب فیض طلب خاں نائب اور مختار کل دخل اور خرچ نواب نجابت علی خاں کے تھے۔ بعد وفات نواب نجابت علی خاں کے درمیان نواب فیض محمد خاں اور نواب فیض طلب خاں کے قضایہ ہوا۔ اور نواب فیض محمد خاں نے پرگنات جھجھر اور بادلی نواب فیض طلب خاں سے چھین لئے۔ نواب فیض طلب خاں سرکار میں نالشی ہوے۔ اور سند مہری نواب نجابت علی خاں کی پیش کی۔ نواب فیض محمد خاں نے جواب دیا کہ میرے باپ کی

مہر آپ کے پاس رہتی تھی، اپنے ہاتھ سے مہر کر لی ہوگی۔ میں یہ دو ہرگز نہیں دوں گا۔ چنانچہ عذر نواب فیض محمد خاں کا منظور ہوا۔

بعد چندے نواب فیض محمد خاں اور نواب شمس‌الدین خاں نے شریک ہو کر مسٹر فریزر صاحب بہادر کو قتل کروایا۔ چنانچہ شمس الدین خاں نے پھانسی پائی (۱) اور نواب فیض محمد خاں اس سزا سے محفوظ رہے۔ الا اسی خوف اور دبدبے سے مرگئے۔ اور اپنی حیات میں ایک وصیت نامہ اپنے خاندان کے واسطے لکھ گئے کہ ہماری ریاست میں کوئی کنیزک زادہ مالک ریاست کا نہ ہو۔ اور وہ وصیت نامہ دس برس اب سے پہلے نواب حسن علی خاں، فیض محمد خاں کے بھائی نے نواب مستطاب لارڈ آکلنڈ صاحب کے حضور میں بہ مقام شملہ پیش کیا تھا۔ اس غرض سے کہ بہ موجب اس وصیت نامے کے سرکار کو ہماری ریاست میں دست اندازی کا اختیار حاصل ہے۔

بعد نواب فیض محمد خاں کے نواب فیض علی خاں، ان کا بیٹا مالک ریاست کا ہوا۔ فیض علی خاں کا کوئی بیٹا اصل قبیلوں سے، یعنی پٹھانی کے پیٹ سے پیدا نہ ہوا۔ الا ایک لونڈی نواب فیض محمد خاں کی جو اہرا نام بہت خوبصورت تھی۔ اور اس کا نکاح محمدا نامی غلام سے کر دیا تھا۔ شاید کہ فیض علی خاں بھی عمر طفولیت میں اس لونڈی پر متوجہ ہو گئے ہوں۔ اس لونڈی کے ایک بیٹا عبدالرحمن خاں پیدا ہوا۔ اگرچہ وہ بیٹا محمدا غلام کا تھا۔ الا چونکہ فیض علی خاں بھی اس پر

(۱) اس واقعے کی تفصیل مالک رام نے 'ذکر غالب' میں اور مولانا غلام رسول مہر نے ''غالب'' میں بڑے سلیقے سے پیش کی ہے۔



متوجہ تھے، اس کو پرورش کیا۔ اور مہربانی کرتے رہے کہ اب وہ اٹھارہ برس کا ہوا اور دو بیٹے اور کنیزکوں سے پیدا ہوئے کہ ایک چھ برس اور دوسرا پانچ برس کا ہے۔

عرصہ زیادہ ایک مہینے کا ہوا کہ نواب فیض علی خاں قضائے الٰہی سے مر گئے (۱) اور سوائے جائداد چالیس لاکھ روپے کی نقد اور اشرفی بدیں تفصیل قلعہ کانوند میں جھجھر میں اور تقریباً ایک سو من ظروف چاندی کے، اور بہت سا اسباب ریاست کا متروکہ چھوڑا۔ بعد فوت نواب فیض علی خاں کے حسن علی خاں، نجابت علی خاں کے بیٹے اور علی محمد خاں نواب فیض محمد خاں کے چھوٹے بیٹے نے، عرائض اپنے اپنے دعوے کے صاحب اجنٹ کے حضور میں گزرانے کہ بہ موجب وصیت نامہ نواب فیض محمد خاں کے عبدالرحمن خاں کو اور دونوں کنیزک زادوں فیض علی خاں کو ریاست نہیں پہنچتی، ہم کو پہنچتی ہے۔ اور بعضے اشخاص بہ طمع زر کے عبدالرحمان خاں سے متفق ہو کر اس کو مالک ریاست کرنا چاہتے ہیں ،، (۲)

نواب فیض علی خاں کے حالات کی یہ تفصیل دلچسپ اور مفید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے ایک اہم شخص تھے اور اس زمانے میں انہیں اپنی ریاست کے حکمرانوں میں ایک اہم مرتبہ حاصل تھا۔ مؤلف کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ ان کا زیادہ وقت انتظامی کاموں

(۱) کیفیت احوال جھجھر کے مؤلف نے یہ روداد اکتوبر ۱۸۳۵ء میں لکھی ہے۔ اس لئے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ نواب فیض علی خاں کا انتقال ستمبر ۱۸۳۵ء میں ہوا۔

(۲) کیفیت احوال جھجھر وغیرہ: قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ورق ۳۷

میں صرف ہوا ۔ لیکن بعض دوسرے ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قابل اور تعلیم یافتہ تھے اور ان کا وقت علمی کاموں میں بھی صرف ہوتا تھا ۔ وہ علمی مباحث میں حصہ لیتے تھے ۔ ان کے آس پاس بیٹھنے والے ان سے بعض علمی معاملات میں مشورہ کرتے تھے، اور انھیں تصنیف و تالیف کے کام کی طرف توجہ دلاتے تھے ۔

فیض علی خاں نے ممتاز الامثال کی تالیف کے بارے میں جو کچھ دیباچے میں لکھا ہے، اس سے ان کی شخصیت کے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے ۔ لکھتے ہیں :-

”بعد اس کے سبب اجتماع ضرب الامثال کا یہ ہے کہ اکثر حاضرین اور ہم نشین متفق ہو کر تذکرہ ضرب الامثال کا درمیان لاتے تھے ۔ لیکن اصل مطالب اور وجہ وضع کسی مثل کی نہ پاتے تھے ۔ التجا طرف اس نیاز مند درگاہ بے نیاز اسدالدولہ ممتاز الملک نواب فیض علی خاں بہادر ھزبر جنگ المتخلص بہ ممتاز کے لاتے، کہ ظاہر کرنا امثال کا کر کے، یہ خلش اور خلجان ہماری خاطر سے اٹھائیے ۔ اپنے تئیں بہ سبب کم فرصتی کے، کہ امورات مالی و ملکی اور مطالب ضروری در پیش رہتے ۔ اتفاق بیان مطالب اصل ضرب الامثال کا نہ ہوتا ۔ لیکن ارادہ مسلّم رہتا تھا کہ اس طرح کی طرز مرصع تحریر کیجئے کہ عام پسند اور خاص پسند ہو ۔ ایک روز کمر واسطے لکھنے ضرب الامثال اور مطلب اصلی امثال کی چست باندھی ۔ اور یہ وضع لکھنے کی بیچ خاطر کے گزری کہ عبارت اس کی مطالب نویسی دنیاوی میں بکار آوے ۔ اور معنی اس کے سے حقیقت عقبیٰ کی ظاہر ہووے،



جیسے کہ کہا ہے ۔

ظرافت میں ہے معرفت کا اثر
حقیقت کو سمجھے جو رکھے نظر

اسی واسطے اس طرز میں لکھتا ہوں تو پڑھنے والوں کو فائدۂ تمام اور سننے والوں کو نفع تام حاصل ہو ۔ نام اس کتاب کا ممتاز الامثال رکھا (۱)“ ۔

ممتاز الامثال نواب فیض علی خاں کی واحد تالیف ہے جس کا اب تک علم ہو سکا ہے لیکن یہ ایک تالیف اپنے موضوع کی وسعت، مواد کی اہمیت، اسلوب کی ندرت اور انداز بیان کی جدت کے باعث کئی تالیفات پر بھاری نظر آتی ہے ۔ اس کا موضوع ، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، ضرب الامثال ہے ۔ فیض علی خاں نے بہت بڑی تعداد میں ضرب الامثال کو جمع کیا ہے اور اس موضوع پر نہایت دلچسپ کہانیاں لکھ کر ان کے معانی و مطالب کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے ۔ ان کی اس کتاب میں علمی رنگ بھی موجود ہے اور تخلیقی آہنگ بھی اور ان دونوں پہلوؤں کی دھوپ چھاؤں نے اس کتاب میں بڑی دلکشی اور جاذبیت پیدا کر دی ہے ۔ ان کا اسلوب کہیں کہیں مُرصّع ضرور ہے اور اس میں کہیں کہیں فرسودگی کا احساس بھی ہوتا ہے ۔ لیکن یہ پہلو اس زمانے کے مزاج اور معیاروں کو ظاہر کرتے ہیں ۔ اس کے باوجود اس کتاب میں جگہ جگہ بڑی جدت اور اپج کا احساس ہوتا ہے، اور اس اعتبار سے اسلوب کے بعض اچھے نمونے بھی نظر آتے ہیں ۔ بعض کہانیاں

(۱) نواب فیض علی خاں : ممتاز الامثال قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ورق ۳

نظم میں بھی لکھی گئی ہیں اور ان نظموں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا لکھنے والا اچھا خاصا شاعر تھا اور جدید انداز کی نظمیں لکھنے کی صلاحیت بھی اس کے اندر بدرجہ اتم موجود تھی۔

اس سے قبل ممتاز الامثال کے دیباچے سے جو اقتباس پیش کیا گیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب احباب اور ہم نشینوں کی فرمائش پر لکھی گئی۔ لیکن یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ مؤلف کو اس موضوع سے گہری دلچسپی تھی۔ احباب کی فرمائش کی وجہ بھی یہی ہوئی۔ چنانچہ مؤلف نے اس کو بڑے شوق اور ولولے کے ساتھ لکھنا شروع کیا، اور کئی ہزار صفحے لکھے۔ اس کو تین جلدوں میں تقسیم کرنا پڑا۔ پھر بھی یہ کتاب نامکمل رہی۔

ممتاز الامثال کے سنہ تالیف کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ یہ ستمبر ۱۸۴۵ء سے بہت پہلے لکھی گئی۔ کیفیت احوال جھجھر کے مؤلف نے اکتوبر ۱۸۴۵ء میں یہ لکھا ہے کہ نواب فیض علی خاں کو مرے ہوئے ایک مہینہ ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ کتاب مرنے سے بہت پہلے لکھی ہو گی۔

ممتاز الامثال کی تینوں جلدوں میں پہلی جلد غالباً سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس میں کہانیاں بھی دوسری دو جلدوں میں لکھی جانے والی کہانیوں کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ طویل اور پہلو دار ہیں، اور انداز بیان میں بھی زیادہ شگفتگی کا احساس ہوتا ہے۔ دوسری جلد تک پہنچتے پہنچتے، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ مولف میں تھکن کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں اور اس کو کہانیوں کی طوالت کا احساس بھی



ہونے لگا ہے۔ اس لئے اس نے بقیہ کہانیوں کو شعوری طور پر مختصر کرنے کی کوشش کی ہے۔

دوسری اور تیسری جلد کے شروع میں لکھتے ہیں :-

''بعد حمد خدائے عز و جل جلالہٗ، - منظومہ

خدا وند بخشندہ و دستگیر

کریم خطا بخش و پوزش پزیر

سر بادشاھان گردن فراز

بہ درگاہ او بر زمین نیاز

اور نعت سید المرسلین خاتم النبیّین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اجمعین ؎

شفیعٌ مطاعٌ نبیٌ کریمٌ        قسیمٌ جسیمٌ نسیمٌ وسیم

یہ نیاز مند درگاہ بے نیاز اسدالدولہ ممتاز الملک نواب فیض علی خاں ہزبر جنگ متخلص بہ ممتاز اس طرح بیان کرتا ہے کہ نسخہ ممتاز الامثال کثیر الحجم ضرب الامثال بہ عبارت عالیہ نقش پذیر قرطاس کے ہوئے۔ حجم اور ضخامت کتاب کی زیادہ اندازہ سے ظہور میں آئی اور ضرب الامثال بے شمار اور گفتگوئے محاورات ہر دیار اور کلمات نیک و بد بسیار باقی رہے اگر طولانی عبارت مطلوب ہوتی چند جلد مرتب ہوتے۔ اس واسطے تکلف، تصنع تسجّع سے گزر کر داستان ضرب الامثال اور اقوال بہ عبارت مختصر لکھے۔ اور جلد دوسری تیار ہوئی۔ ابیات ؎

جلد اول جلد ثانی ختم از فضل خدا

گشت روز عید رمضان ز ابتدا تا انتہا

ختم بالخیر و ظفر کن یا الہ العالمین

کار ہائے جملہ مارا بہر ختم المرسلیں، (۱)

”حمد وافر ایزد متعال اور ثنائے بے مُنتہا قادر ذوالجلال کو کہ جس نے کاف کن سے ہژدہ ہزار عالم کو کتم عدم سے پیدا کیا ۔ بیت ـہ

کروں ایسے قادر کی حمد و ثنا کہ جس نے ہے عالم کو پیدا کیا

اور نعت متکاثر افضل البشر ختم الرسل کی کہ جس کے واسطے اللہ جل شانہٗ نے زمین آسمان کو پیدا کیا ہے ۔ فرد ـہ

محمد عربی کابروئے ہر دو سر است

کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

بعد اس کے اسدالدولہ ممتاز الملک نواب فیض علی خاں بہادر ہزبر جنگ المتخلص بہ ممتاز اس طرح کہتا ہے کہ دو جلد ممتاز الامثال کے مرتب اور مدون ہوئے ۔ ایک سو تیس جز دونوں جلد کے تیار ہوئے ۔ اور اکثر ضرب الامثال باقی رہے ۔ لکھنا ضرب الامثال باقی ماندہ کا ضرور ہوا ۔ اس واسطے جلد تیسری شروع کی ۔ جو ضرب الامثال سوائے لکھے ہوئے ان دو جلد کے اصغا ہوئے تیسری جلد میں لکھے جاویں ۔ باللہ التوفیق و ہوالمستعان قطعہ ۔

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب

زما ہر ذرہ خاک افتد بجائے

(۱) نواب فیض علی خاں : ممتاز الامثال : قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ورق ۲۴۱



غرض نقشے است کز ما یاد ماند

کہ ہستی را نمی بینم بقائے،، ۔ (۱)

لیکن ان مختصر کہانیوں سے بھی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ لکھنے والے کی گرفت ضرب الامثال اور محاورات پر بڑی مضبوط ہے اور وہ ان کی مزاج دانی کا پورا شعور رکھتا ہے ۔

اس میں شبہہ نہیں کہ ان کہانیوں میں جگہ جگہ پند و نصائح کے جو پہلو ابھرتے ہیں ، ان سے کہانیوں کی وحدت کو ٹھیس لگتی ہے اور کسی حد تک دلچسپی کا پہلو مجروح ہو جاتا ہے ۔ لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے لکھنے والے کی شخصیت پر مذہب اور اخلاق کا رنگ بہت گہرا ہے اور وہ کسی حال میں بھی ان سے اپنا دامن نہیں بچا سکتا ۔ اس صورت حال نے فنی اعتبار سے ان کہانیوں کو کمزور کیا ہے لیکن ساتھ ہی ایک علمی انداز پیدا کر کے ان کو وزنی بھی ضرور بنا دیا ہے ۔ اور یہ بھی اس کتاب کی ایک خوبی ہے ۔

غرض نواب فیض علی خاں ممتاز کی یہ کتاب ممتاز الامثال ان کا ایک اہم علمی اور تخلیقی کارنامہ ہے ۔ ضرب الامثال کے موضوع پر اب تک جو کتابیں اردو میں لکھی گئی ہیں ان میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہے ۔ یہ اردو نثر کی ایک اہم کتاب ہے اور زبان اور ادب کی روایت میں ایک مقام حاصل کرنے کی اہلیت رکھتی ہے ۔

عبادت بریلوی

یونیورسٹی اورینٹل کالج ، لاہور

۱۶ اگست ۱۹۶۷ء

(۱) نواب فیض علی خاں : ممتاز الامثال : قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ۔

اللہ اکبر

ان اللہ علی کل شی قدیر اللہ بس باقی ہوس

رب یسر    بسم اللہ الرحمٰن الرحیم    و تمم بالخیر

## دیباچہ مؤلف

تعریف بے شمار اس پروردگار کو سزاوار ہے کہ جس نے تمام مخلوقات اپنی میں، انسان کو، بفحوائے ، لقدخلقنا الانسان فی احسن تقویم، یعنی ہر آئینہ تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو بیچ بہتر تقویم کے، ممتاز کیا ہے اور آدم کو تمام موجودات میں بہ آیۂ کریمہ، و لقد کرمنا بنی آدم ، یعنی اور ہر آئینہ تحقیق بزرگی دی ہم نے بیٹے آدم کو امتیاز دیا ہے جل جلالہٗ بیت

دو عالم کو ایک کن سے پیدا کیا
شرف نسل آدم کو اس نے دیا

نعت ایسے سرور کائنات کو سازگار ہے کہ جس کے واسطے زمین اور آسمان پیدا ہوا، اور اسی کے نور سے چاند روشن، سورج ہویدا ہوا ۔ صلی اللہ علیہ ۔ فرد ۔ہ

نہ ہوتا محمد کا پیدا جو نور
نہ ہوتا زمیں آسماں کا ظہور

بعد اس کے سبب اجتماع ضرب الامثال کا یہ ہے کہ اکثر حاضرین اور ہم نشین متفق ہوکر تذکرہ ضرب الامثال کا درمیان لاتے تھے لیکن اصل مطلب اور وجہ وضع کسی مثل کی نہ پاتے تھے ۔ التجا طرف اس



نیازمند درگاہ بے نیاز، اسدالدولہ ممتاز الملک نواب فیض علی خاں بہادر ہزبر جنگ المتخلص بہ ممتاز کے لاتے کہ ظاہر کرنا امثال کا کرکے یہ خلش اور خلجان ہماری خاطر سے اٹھائیے ۔ اپنے تئیں بہ سبب کم فرصتی کے، کہ امورات مالی اور ملکی اور مطالب ضروری در پیش رہتے، اتفاق بیان مطالب اصلی ضرب الامثال کا نہ ہوتا ۔ لیکن ارادہ مصمم رہتا تھا کہ کوئی اس طرح کی طرز مرصع تحریر کیجئیے کہ عام پسند اور خاص پسند ہو ۔ ایک روز کمر ہمت واسطے لکھنے ضرب الامثال اور مطلب اصلی امثال کے چست باندھی ۔ اور یہ وضع لکھنے کی بیچ خاطر کے گزری کہ عبارت اس کی مطلب نویسی دنیاوی میں بکار آوے ۔ اور معنی اس کے سے حقیقت عقبٰی کی ظاہر ہووے، جیسے کہ کہا ہے ۔ہ

ظرافت میں ہے معرفت کا اثر
حقیقت کو سمجھے جو رکھے خبر

اسی واسطے میں اس طرز میں لکھتا ہوں تو پڑھنے والوں کو فائدۂ تمام اور سننے والوں کو نفع تاؔم حاصل ہو ۔ نام اس کتاب کا ممتاز الامثال رکھا ۔ باللہ التوفیق و الیہ المستعان ۔ یعنی ساتھ اللہ کی ہے توفیق اور اسی کی طرف سے ہے مدد ۔ فقط

---

# داستان

## (۱)

## برات عاشقاں بر شاخ آہو

برات عاشقاں بر شاخ آہو ضرب المثل ہے، اور سبب وضع اس مثل کا یہ داستان ہے ۔

ایک عاشق بے زر طالب سیمبر تھا ـ گویا مرغ بے پر ھوا دار شاخ پُر ثمر تھا ـ ملنا معشوق کا بے زر امر محال ہے، اور وصال یار سے باتوں باتوں میں وھم و خیال ہے ـ سچ فرمایا ہے ـه

زر دار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ
پر دار تو اڑتے ھیں بے پر کا خدا حافظ

اسی واسطے جستجو زر کی عین مراد اور تلاش سیم کا دل نہاد اس کے رہتا تھا، اور شعر به صد سوز و ساز اور ھزاراں عجز و نیاز کے مانند وظیفے کے زبان دل سے کہتا تھا ـ بیت ـه

رفتم که زرے بہم رسانم تاسیمبرے بہم رسانم

اسی آرزو میں صحرا صحرا ناپتا تھا که خزانه ہاتھ آوے ـ جیسا که کہا ہے ـ مصرع ـه

گنج قارون که فرو می رود از قہر ھنوز

اور اسی امید میں دریا دریا جھانکتا تھا که گوھر شہوار پاوے جیسا که سنا ہے — مصرع

به دریا در منافع بے شمار است

اتفاقاً ایک دن وہ تہی دست، بے مایه، بے اختیار گھبرا کر جنگل میں آیا، اور یه مصرعه عین اضطرار میں دل بیقرار سے زبان پر لایا ـ مصرع

عاشق کو خدا زر دے یا کر دے زمیں پردے

الله جل شانهٗ که مسبب الاسباب ہے به آیۂ کریمه و ھوالذی ینزل



الغیث من بعد ما قنطوا ـ یعنی اور وہ الله که اتارتا ہے بارش کو پیچھے نا امیدی کے ـ نا امیدی اس کی کو، سراسر امید اور یاس کو سراپا آس کیا ـ

ایک آھو که بے آھو اور آنکھ اس کی یادگار دیدۂ پری رو ہے، اسی جنگل میں نمودار ھوا، اور مستعد زمین کھودنے کا شاخ اپنی سے بار بار ھوا ـ مصرع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

یه بیچارہ عشق کا مارا ھیچ کارہ دیکھ کر دور سے پکارا فرد ـه

صبا به لطف بگو آن غزال رعنا را
که سر به کوہ و بیابان تو دادۂ ما را

آھو نے یه آواز سن کر زیادہ تر زمین کھودی، گویا واسطے شکار کرنے صید زر کے بنا دی ایک اودی ـ جب عاشق مفلس بیچارہ بے کس، قریب آھو کے آیا، آھو کو اس جگه نه پایا ـ مصرع

یا رب آن آھوئے مشکیں به ختن باز رساں

سبحان الله! یه کیا قدرت قادر کی ہے که جو بات خیال میں نه ھو ظہور میں آتی ہے اور وہ صورت کبھی آنکھوں میں متصور نه ھوئی، آئینه ساں وھی صورت دکھائی دیتی ہے ـ فرد ـه

ما درچه خیالیم و فلک درچه خیال
کارے که خدا کند فلک را چه مجال

اس گڑھے کو جو دیکھا ایک دیگ لبا لب زر خالص سے نظر آئی ـ

اسی جنگل میں اس نا مراد نے مراد دل کی پائی - بیت بہ

آنانکه خاک را به نظر کیمیا کنند
آیا بود که گوشهٔ چشمے به ما کنند

یہ حدیث النصیب یصیب ولوکان تحت الجبلین - یعنی نصیبہ پہنچتا ہے اگرچہ هووے نیچے دو پہاڑوں کے - مصداق اس حال کی هوئی -

وہ عاشق اس خزانے کو کہ اب مفت هاتھ لگا خوشی خوشی پاس معشوقۂ دل نواز کے لے آیا، اور اس یار خود مطلب کو، کہ بیگانہ تر هزار بیگانوں سے تھا، یگانہ تر یگانوں سے پایا - مصرع

زر بر سر فولاد نہی نرم شود

آرے زر کی کیونکر نہ قدر ہو طالب اس کا جو سیمبر ہو - فرد -

اگر زر کی خواهش نہ هو یار کو  تو کم سنگ پتھر سے دینار هو ۱

غرض اس کلام سے یہ ہے کہ معشوق دنیا کا بہ طمع قدرے زر کے فرمانبردار هو - ایسے معشوق کو عاشق زر کہیں تو سزاوار هو - ایسے معشوق پر دل لگانا کہ زر لیوے اور دردسر دیوے محض نادانی ہے - اور فریفتہ هونا ایسی صورت پر کہ معنی نہ رکھے سرا سر پشیمانی ہے -

پس اے ممتاز! معشوق وهی ہے کہ نہ غرض زر سے رکھے نہ مطلب سیم سے، نہ رجا رجا سے، نہ بیم بیم سے - اس معشوق کی محبت چاهئیے جس میں خرچ نہ پڑے ایک دام کا - کس واسطے کہ وہ آپ ایسا

۱ - یہ سعدی کے شعر کا ترجمہ ہے :-
چوں در چشم شاهد نیاید زرت
زر و خاک یکساں نماید برت
(مرتب)



غنی ہے کہ اس سے گزارہ ہے خاص و عام کا - مصرع

درویش و غنی بندۂ ایں خاک در اند

افسوس اس عقل پر کہ ایسے معشوق کو کہ وحدہٗ لا شریک لہٗ یعنی یکّا ہے، نہیں شریک اس کا اس کی شان میں ہے، چھوڑ کر اور معشوقوں سے دل لگاوے - حیف اس دانائی پر کہ عاشق ایسے معشوق کا نہ هو کہ اس کو هر دم بہ فحوائے اللہ معکم اینما کنتم - یعنی خدا ساتھ تمہارے جس جگہ هو تم ساتھ اپنے پاوے -

---

# داستان
## (۲)

## کوا چلا هنس کی چال اپنی چال بھولا

کوا چلا هنس کی چال اپنی بھی چال بھولا — یہ مثل مشہور ہے اور اصل اس کی یہ سنی جاتی ہے، اور قیاس میں بھی آتی ہے، کہ ایک کوا اپنے تئیں دانائی میں بے نظیر اور بینائی میں روشن ضمیر جانتا تھا - اور مشت پر اپنے کو هم بال بال هما کا پہچانتا تھا - کبھی جنگل میں جا کر کھیت میں طرح طرح کے اناج کھاتا تھا اور کبھی بستی میں آ کر چکنے چپڑے ٹکڑے لے جاتا تھا - بیت ؎

عمر خود را خوش بسرے ساختے  هر غم و هر درد را انداختے

ایک روز بگلے کی زبان سے اڑتی سی یہ سنی کہ هنس ایک جانور ہے خوش رفتار اور کھانا ہے اس کا گوهر شاهوار - اور مقام اس کا دریا

کنارے و ار پار - اس رو سیاہ، کج نگاہ کو لالچ دامن گیر ہوا اور اشتیاق ملازمت ہنس کا دلپذیر ہوا - اس بیت کو اپنی زبان میں کہا اور فکر چلنے کا دل میں رہا ـــہ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

غافل تھا اس سے کہ چرخ کج رفتار لیل و نہار بازی تازہ بر روئے کار لاتا ہے اور نادان شکم بندہ جلد اس کے جال میں آتا ہے - بیت ـــہ

نہیں ایک دم چرخ بیکار ہے　　نئی بازی ہر لخطہ تیار ہے

غرض ایک دن دل کے ارادے کو ظہور میں لایا اور اقرار زبان کا سچ کر دکھایا - جیسے کہ کہا ہے - اقرار باللسان و تصدیق بالقلب - یعنی اقرار ساتھ زبان کے اور سچ جاننا ساتھ دل کے ـــ بادپائے ہوا پر سوار ہوا - ہمراہ قافلۂ بال و پر کے یہ مصرعہ کہتا ہوا - مصرع

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

عازم سیر دریا کا ہوا - رفتہ رفتہ بیچ بارگاہ ہنس کے کہ موتی محل نام تھا، پہنچ کر باریاب مجرا ہوا، اور کہا کہ اے ماموں صاحب! مدت سے آرزوئے قدم بوس معلٰی کی تھی بہ حسب قید الماء اشد من قید الحدید، یعنی قید پانی کی سخت تر ہے قید لوہے سے - آب خورش اس دیار کی زنجیر پائے اس سیہ بخت سیہ روزگار کی تھی مُقصّر خدمت سے رہا، اور بہ قطعہ فی البدیہہ اپنی زبان سے کہا - قطعہ ـــہ

چند روزے اگر بہ لاچاری　　دور از خدمت شما بودم
لیک ہر صبح و شام از دل و جاں　　در دعا گوئی و ثنا بودم



اب نصیب نے یاری کی اور اقبال نے رہبری، سعادت ملازمت کی پائی - جو مراد دل میں رکھتا تھا، الحمدللہ حاصل آئی - مصرع -

مدد کی نصیبے نے اقبال نے -

جب کسل راہ اور تردد سفر کا کچھ نہ رہا عرض کی ''اس زاغ کی اماں جان کوا پری نام ہے - اس نے دعا اور سلام کہا - اور مجھ کو پاس تمہارے بھیجا ہے کہ چال ڈھال بزرگوں کی سے واقف ہو جاوے اور سیر دریا سے حظ وافی اٹھاوے - اور میرا بھی ارادہ یہی ہے - بیت ـــہ

رہوں بندگی میں تری روز و شب　　جلاوے مجھے جب تلک میرا رب

ہنس نے ہنس کر کہا ''اے بابا! کون بہن اور کس کا بھائی؟ - تو نے یہ جھوٹیں(۱) باتیں ناحق بنائیں - رہنا ہے تو رہیے آپ کا گھر ہے، بقول شخصے باگل کا مہمان سدا اوپر پاؤں اور نیچے سر ہے - اور اس کا یہ قصہ یوں مشتہر ہے کہ ایک دفعہ ایک مرغابی اتفاقاً صحرا میں آئی - شام ہو گئی - ایک درخت پر گئی کہ وہ مسکن باگل کا تھا مہمان وار بیٹھی امید وار کھانے کی رہی ـــ باگل نے کہا ''یہاں رسم یہ ہے جو آوے سو الٹا لٹکے'' - وہ لٹکی - پنجے نہ جمے - نیچے گری - زیر درخت ایک بلاؤ جنگلی بیٹھا تھا - وہ اسی کو کھا گیا - اس میں بھی نکتہ ہے کہ جو کوئی غیر صحبت میں جاوے خطا پاوے -

زاغ بے دماغ کو غرض یہ تھی کہ سیکھئے ہنس کی چال - رہا وہ سیہ روز وہاں توڑ کر اپنے پر و بال - کوے نے ہنس کی چال پر ایسی

۱- جھوٹی -

نہ دیتا ۔ اتفاقاً سیر کرتا ہوا ایک صحرا میں گزر گیا کہ رات ہو گئی ۔ اسی جنگل میں رہا ۔ کسی زمانے میں وہاں دریا بہتا دیکھا تھا، اور ان دنوں وہ دریا پرے ہٹ گیا تھا ۔ جب اسے پیاس لگی اور حاجت غسل ہوئی، وہ اس جنگل میں پانی کے بھروسے گیا ۔ پانی نہ پایا ۔ گھبرایا ہوا پھرتا تھا ایک مینا نے زبان بے زبانی سے کہا ''کیا دیکھتا ہے تو اس جنگل میں ؟''

تب اس نے کہا ''ایک دریا یہاں جاری تھا اور کنارہ اس کے ایک فقیر کا تکیا'' ۔

تب اس نے کہا کہ ''وہ پانی ڈھل ملتان گئے'' ۔

یہ بات سنتے ہی اس کی جان گئی اور پران گئے ۔ لازم ہے بیگانہ بھروسے نہ رہے ۔ جو کچھ پاس اپنے ہووے کام آئے ۔ جیسے کہا ہے ۔ بیت ۔

بھرا رکھیئے پانی سے دائم سبو      ہمیشہ نہ ہو گاؤں میں آبجو

ہوتے ہوتے یہ حالت اس بلی کی ہوئی چوہا نہ آوے ہاتھ تیلی نہ پوچھے بات ۔ مصرع

پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

جیسے تھکا شیر گاؤں کے گوروے پڑے ۔ یہ وہ مثل ہے کہ ایک قزاق نامی تھا ۔ جب اس کا بڑھاپا آیا ہاتھ پاؤں تھکے تسبیح لے کر مسجد میں جا بیٹھا ۔ جو کوئی نمازی آتا آنکھ بچا کر مال دوستوں کا



چرایا کرتا ۔ کسی نے کہا سچ ہے تھکا شیر گاؤں کے گوروے پڑے ۔
غرض مصرع      اصل بد از خطا خطا نہ کند

وہ بلی گوشے میں بیٹھی ۔ پھر کسی سے نہ اینٹھی ۔ چوھوں سے ایسی ڈری کہ چوہے کا بل ڈھونڈھتی پھری ۔ بیٹھے بیٹھے پٹھی کے دل میں امنگ اٹھتی تھی کہ چلئیے کہیں خونریزی کیجئیے ۔ اپنے دانتوں کو کسی کے خون سے تیزی دیجئیے ۔۔۔

وہ بلی گھر سے باہر آئی اور کی اپنی طالع آزمائی ۔

القصہ وہ گربۂ مسکیں وہی جبۂ پوستین کہ چھٹی کے دن پہرا تھا، بدن میں ڈالے ہوئے ساتھ لباس فقیری کے شہر سے باہر ہوئی ۔ راہ میں ایک مرغ نظر آیا، فربہ و تازہ ۔ بلی اس کو دیکھ کر خوش ہوئی بے اندازہ؛ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا ۔

گربہ نے اس مرغ سے ملاقات کرنی چاہی اور سابقہ معرفت کی جتانے لگی ۔ مرغ نے اس کی صورت دیکھ کر دل میں اندیشہ کیا اور کانپ کانپ کر زبان پر لایا ۔ فرد

گربۂ مسکیں اگر پر داشتے      تخم کنجشک از جہاں بر داشتے

وہ بلی مکارہ زمانے کی تھی ۔ کلام فقیرانہ آزادانہ ایسے کئے کہ مرغ نادان کو گرفتار کلمات فکر و تزویر کا کیا اور سادہ لوحی سے اس کی باتوں میں آ گیا ۔ یہ بیت حضرت شیخ سعدی کی زبان پر لایا ۔ بیت

ہر کرا جامہ پارسا بینی      پارسا دان و نیک مرد انگار

بلی کے مکر میں کچھ شبہہ اور مین میخ نہ تھا کہ اس نے گرم سرد زمانہ کا سب چکھا تھا - مکر میں کچھ حاصل کیا تھا اور فریب میں دنیا سے کچھ لیا تھا - مرغ اس کی باتیں سن کر کے طمع خام کے جال میں پھنس گیا - مرغ آداب معتقدانہ بجا لایا - بلی نے دعا دی کہ ''برخوردار! عمر دراز'' اور پاس جا کر پیشانی پر بوسہ دیا - پیار سے اس کا نام آپ سے تجویز کر کے یہ کہا کہ بیٹا ہٹیلے راحت جان! تو مجھ کو پہچانتا ہے اور میرے نام کو جانتا ہے'' -

مگر مرغ ظاہرداری میں زبان پر لایا کہ ''آپ کو کبھی دیکھا تو نہیں ہے مگر اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ آپ کا زبانی عوام الناس کی سن کر مشتاق دیدار کا تھا لیکن حصول دولت ملازمت اور وصول سعادت مواصلت کا موقوف اس وقت پر تھا - بیت ؎

چوں بخت مدد کرد بہ وصل تو رسیدم
دولت نہ شود بے مدد وقت میسر

بلی نے کہا کہ ''ہمارا تمہارا رابطہ قدیمی ہے اور دوستی صمیمی کہ اماں تیری راحت بانو نام دینی بہن اس عاجزہ کی ہے لا کلام - اور اس کو حقیقی بہن سی جانتی ہوں پیاری - لے بچا میں تیرے واری - کچھ احوال خیریت اشتمال اس کا زبانی کہہ کر تسکین اس مسکین عاجز پر و بال کی کرنی گویا تن مردہ میں جان دینی ہے، اور کچھ اس سے ملنے کا سبب ظاہر کیجیئے - فرد ؎

جاں ہونٹوں پہ میرے آئی ہے　　　کب تلک محنت جدائی ہے



الحمد لله کہ تجھ کو خدا نے مجھ سے ملایا ہے - جب تک نہ مروں میں تجھ کو ایک دم جدا نہ کروں میں'' -

مرغ نے پوچھا کہ ''نام تمہارا کیا ہے؟'' -

وہ بولی کہ ''یہ عاجزہ رکھتی ہے دو نام - خواص گربۂ مسکین کہتے ہیں اور چنچل بانو عوام'' -

سچ کہتے ہیں کہ ہر جیسے کو تیسا - بلی تو مکارہ تھی پر مرغ بھی اس کو ملا ہے کیسا -

مرغ تقریر لاتا ہے کہ ''تم کو تکلیفات شرع سب معاف ہیں - کس واسطے مرتکب سفر کی کہ صورت سقر کی ہے، ہو کر کہاں کا عزم کیا ہے اور اس ننھی سی جان کو بڑا سا عذاب کیوں دیا ہے؟

اس نے کہا ''تمام عمر لہو و لعب میں گزاری اور حظ نفس میں گزری یہ عمر ساری - پیٹ کے لیے خون ہزاروں چوہوں کا کیا، اور جو کوئی جانور قابو میں میرے آیا جیتا نہ چھوڑا - خوف قیامت کا بہت رہا نہ تھوڑا - اب ضعیفی میں ترک حیوانی کی اور چھوڑ دیں سب لذتیں جوانی کی - توبۃ النصوحا کر کے قصد حج کعبہ شریفہ کا کیا ہے - شاید کہ برکت حج سے مغفرت ہو جاوے لیکن کبھی سفر نہ کیا اور کبھی گھر سے باہر پاؤں نہ دیا - سفر میں تنہائی کا خطر تھا - شکر خدا کا کہ تجھ سا جگر گوشہ اس ضعیفی اور بے کسی میں مل گیا - زہے سعادت تیری جو رفاقت بجا لاوے'' -

مرغ نے کہا ''سب سچ ہے پر ایک بات کا خوف ہے - خدا نخواستہ کہیں قوت لایموت نہ پہنچے - مبادا قصہ خورد برد میرے کا

نہ کرے ۔ اے خالہ صاحبہ باطن کی خدا جانے لیکن ظاہر میں صورت تمہاری پر دشمنی برسے ہے اور یہ شعر فی البدیہہ پڑھا ۔ بیت ــه

بر تواضع ہائے دشمن تکیہ کردن ابلہی است
پائے بوس سیل از پا افگند دیوار را

یہ باتیں ہوش آمیز سن کر کہا ''استغفراللہ بیٹا ۔ یہ کیا لڑکائی کی باتیں کرتے ہو ۔ ماں کیسی ہی ڈائن ہو گی پر اپنے بیٹے کا کلیجہ نہ کھائے گی ۔ میں تیری خالہ ہو کر تیرا برا چاہوں یہ بات عقل سے دور ہے ۔ اگر بھوکی مر جاؤں تجھے تو کبھی نہ کھاؤں ۔ فقط اس واسطے رفیق اپنا کرتی ہوں گاہ بیگاہ پانی وضو کے واسطے مطلوب ہو کہیں نہ کہیں سے تلاش کر لاوے'' ۔

مرغ نے کہا ''اگرچہ تکرار کرنا ترک ادب ہے لیکن عرض کرنے کا یہ سبب ہے کہ زاد راہ آپ کے پاس کس قدر ہے؟ کہ بسر اوقات اس کی سبب ہووے ۔ کس واسطے کہ صاحب الغرض مجنون یعنی صاحب مطلب، مطلب کا دیوانہ ہوتا ہے ۔ میرا تمہارا ساتھ کا رہنا ایسا ہے جیسے شیر اور بکری ایک ناؤ میں رہیں ۔ موافقت کون سی راہ سے ہو سکے ۔ اگرچہ تم نے بہ سبب خوف عقبیٰ کے لذّت دنیا کی چھوڑی لیکن جس وقت نوبت الجوع الجوع کی پہنچی یعنی بھوک ہی بھوک ہے، تیسرے دن مردار بھی حلال ہے اس وقت میرا گزارا کیونکر ہووے کہ مغلوب گرسنگی کا غالب ہے جو آگے آوے اسے کھاوے ۔''

جب بلی نے یہ جانا کہ شکار آیا ہوا جاتا ہے قابو سے، رونے لگی اور



کہنے لگی کہ ''افسوس عجیب زمانہ ہے کہ تخم وفا اور مہر کا جہان میں نہیں رہا'' ۔

ان باتوں سے جب مرغ کو رحم آیا اس مکارہ نے مرغ کو اپنی طرف متوجہ پایا ۔ یہ کہنے لگی کہ ''اے مرغ نادان خانہ پرورد، خام طبیعت باہر نکل، اور لباس پختگی از سر نو بدن پر بدل ۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو رزق دیا ہے اور کسی کو بے رزق پیدا نہ کیا ہے'' ۔

وہ مرغ اس مکارہ کی باتوں میں آ گیا ۔ کہا ہوا بلی کا قبول کیا ۔

آخر الامر بلی ساتھ اس کو لے کر واسطے حصول مقصد کے چلی، اور راہ میں متصل ایک گاؤں کے ایک تالاب دیکھا کہ اس میں ایک بگلا مینڈک کی تلاش میں کھڑا ہے ۔

بلی علامہ پاس اس کے جا کر بولی ''السلام اے عابد و زاہد''

اس نے کہا ''اے حجلہ نشین عفت و طہارت ! تو نے اس وقت میں کہاں قدم رنجہ کیا اور عیال اطفال کو کہاں چھوڑا؟''

اس نے کہا ''میں عیال اطفال نہیں رکھتی ہوں'' ۔

بگلے نے کہا

''پختہ ہمت نیستی از ترک دنیا دم مزن
میوہ را الفت کہ با شاخ است تا خامی بود''

گربہ نے کہا ۔ ''یقین جان کہ میں نے بالکل ترک دنیا کی ہے''

بگلے نے سن کر جانا کہ یہ گربہ واقعی تارک دنیا ہے ۔ پوچھا کہ ''کدھر کا ارادہ ہے؟''

ساری محنت برباد ہو ۔ بہتر ہے کہ اس کو کھا لیجئے ۔

آخر اس گربہ نے گوشت اور پوست بگلے کا کہ ایک مشت سے زیادہ نہ تھا، (کھایا) ۔ اور وہ گربہ وہاں سے معاودت کر کے اپنے گھر میں بیٹھ رہی ۔

اب مطلب ظاہر کا اس حکایت میں یہ ہے کہ دشمن اپنے کو دشمن جانیے اور کہا دشمن کا کبھی نہ مانیے ۔ جو دشمن کی باتوں میں آوے ندامت پاوے ۔ اور نکتہ اس میں یہ ہے کہ گربہ مسکین مراد دنیا سے ہے اور چوہے کھانے سے مطلب یہ ہے کہ بہتوں کو مارا ہے ۔ بقول حضرت شیخ شیراز ۔ بیت ۔ہ

مکن تکیہ بر مہر دنیا و پشت
کہ او چوں تو بسیار پرورد و کشت

اے ممتاز! دانائی وہ ہے کہ اس دنیا سے بچتا رہے اور بہت فریفتہ نہ ہو ۔ اور مرنا بگلے کا اور جینا مرغ کا ہوا ۔ اس میں بھی نکتہ ہے ۔ بگلا مینڈک بیچارے کی جان کھونے کو کھڑا تھا ۔ بلی کے ساتھ وہ بگلا ہوا ۔ بلی نے کھا لیا ۔ مرغ صاف دل تھا ۔ خدا واسطے رفاقت بلی کی کری، جان بر ہوا ۔ پر سزا اپنی نادانی کی اتنی تو پائی کہ دُم بلی کے ہاتھوں اکھڑائی ۔ غرض اس میں یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ دُم علامت حیوان کی ہے کہ ذی عقل نہیں ۔ دم اوکھڑوا کر عقل پائی کہ گویا انسان ہوا ۔

———



# داستان

## (۴)

### اللہ دے تو چھپر پھاڑ کے دے

مطلب اس تمثیل کا یہ ہے کہ ایک لکڑھارا، بھوکھا، لکڑی سا سوکھا، جنگل میں جاتا اور پشتارا لکڑیوں کا لاتا ۔ سر دھر کر گلی گلی پھر کر بیچتا ۔ قوت لایموت عیال اطفال کا اس وجہ حلال سے کرتا ۔ اس مقولے کو پھول کی طرح پگڑی اور سر میں دھرتا ۔ بیت ۔ہ

روکھی روٹی گھر کی کھانی، پانی پینا ٹھنڈا
بہتر ہے جو نہیں اٹھاوے کسی امیر کا جھنڈا

ایک روز اس نے بہ عادت معہود صبح کو راہ جنگل کی لی جیسے کہا ہے ۔ فرد ۔ہ

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی        نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

اتفاق حسنہ سے اسی روز ایک بادشاہ جہاں پناہ، واسطے شکار کے اسی جنگل میں آیا اور اس نے پلنگ تیز آہنگ کو طرف آہو کے دوڑایا، اور باز بلند پرواز کو جانب کلنگ کے اڑایا ۔ جب کہ بحری سے شکار بڑی مارا، جنگل نے گلستان وار کہا "منت مر خدا را" ۔ تازی تیز ناخن گور گوزن پر اس قدر حملہ تیزی سے لاتا تھا کہ بہرام گور گور میں رشک شکار افگنی کا کھاتا تھا ۔ فرد ۔ہ

اس کے نقارے کی صدا سن کر        شیر گردوں سدا لرزتا ہے

جو آہو آفتاب کا آسمان کے جنگل میں تیز کودا، اس حالت میں بادشاہ کو تمام شکار افگنوں سے بہ سبب پیچھا کرنے ایک آہوئے رمیدہ کے ہوگئی تھی جدائی۔ بس کہ مزاج تھا بادشاہ کا نازک اور گرمی دوپہر نے لذت شکار کی شدت حدت آفتاب سے زہر کی تشنگی تھی غالب۔ اور پانی کا تھا طالب۔ اور وہاں سوائے کاسۂ چشم کے قطرہ پانی کا کہیں نظر نہ آیا۔ بادشاہ دمبدم پیاس سے گھبرایا۔ اودھر وہ لکڑھارا دہشت سے لکڑی کی طرح خشک ہوتا تھا۔ رخ اپنا آب اشک ندامت سے دھوتا تھا۔ قاعدہ کلیہ لکڑھاروں کا اور گھسیاروں کا یہ ہے کہ حقّہ پانی ساتھ رکھتے ہیں اور ایک دم جنگل میں بغیر آگ پانی کے نہ رہیں۔

ناگاہ نظر بادشاہ کی لکڑھارے پر پڑی۔ بادشاہ اس کے پاس گیا اوس گھڑی اور کہا ''اے مرد خدا! وے خضر آب بقا۔ جو کہنا میرا قبول ہو تو ایک بات کہوں میں۔ اور بات یہ ہے کہ ایک گھونٹ پانی کا پلا دے کہ اس دم پیاسا جان بہ لب ہوں میں''۔

مفلس مزدور نے حضور بادشاہ کو پانی پلایا۔ سچ ہے اللہ غنی و انتم الفقراء۔ یعنی اللہ بے نیاز ہے اور ہو تم فقیر محتاج۔ ایک دم ہی ایک دم آپ کو بادشاہ محتاج ہوا۔ ایسا بادشاہ کہ جس کی بارگاہ میں دخل پنج ہزاریوں کو نہ ہوتا تھا۔ ملنا لکڑھارے کا اس کو معراج ہوا۔ کل یوم ہو فی شان یعنی تمام دن وہ ہے بیچ کام کے یہی ہے اللہ کی شان۔

القصہ بادشاہ اس خارکش سے بہت راضی ہوا۔ بھائی اپنا، اپنی زبان



سے کہا، اور کہا۔ ''میں بادشاہ اس ولایت کا ہوں۔ تو پاس میرے آنا، اور جو کچھ تجھے مطلوب ہے زیادہ اسے لے جانا''۔

سبحان اللہ! بادشاہ نے شکار آہو کیا۔ خارکش نے بادشاہ کے شیر دل کو قفس احسان میں لیا۔ اس عرصے میں فوج بادشاہ کی آ گئی۔ اس جلو و تجمل سے اندرون ارک مبارک کے آئی۔

ایک روز بہ سبیل مذکور لکڑھارے نے یہ چرچا کیا۔ جب اس خارکش کی زوجہ نے سنا سر اپنا افسوس حسرت سے دھنا۔ کس واسطے کہ عورت ناقص العقل اور کم ہمت ہوتی ہے۔ مرد فی الجملہ عقل رکھتا ہے وہ عالی ہمت ہوتا ہے۔ فرد۔

اہل ہمت مرد ہیں لیکن نہ کرتے ہیں سوال
ملتے ہیں دنیا میں کم اس طور کے اہل کمال

قضا را قحط سال اس شہر میں واقع ہوا کہ خلق خدا فقر و فاقہ میں مرنے لگی بیت۔

پڑا ایسا دنیا میں ایک قحط سال — کہ اس دور میں سب نے پایا خلال

الٰہی یہ دن کسی بشر کو خدا نہ دکھاوے کہ بھوکھا مر جاوے۔ سمے کا مرنا بھلا اور کال کا جینا برا۔ مثل ہے جو کوئی پانی میں ڈوب کر مرے تو کوئی نہ کہے کہ پیاسا مرا اور کال میں پیٹ بھر کر گرانی سے مرے۔ کہیں کے بھوکھا مرا۔ خارکش پر نوبت فاقہ کشی کی پہنچی۔

ایک دن پشتارہ ہیزم کا سر پر۔ کہتا تھا کوئی لکڑی لے اور جلاوے۔ میرے دوزخ کی آگ کو بجھاوے۔ کسی نے مول بھی نہ چکایا۔ ناج

نہ ہو تو لکڑی کیا کرے۔ وہ بیچارہ لکڑئیں(لکڑیاں) الٹی گھر میں لایا اور کہا ''کوئی گاھک نہ ملا''۔ آفرین ہے استقلال پر۔ نہ کیا گردش گردوں کا گلا۔ بیت۔

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے
اور یوں بھی واہ واہ ہے اور ووں بھی واہ واہ ہے

ایک روز اس کی عورت نے صلاحاً کہا کہ ''بادشاہ نے تجھ کو اپنا بھائی کیا۔ افسوس ہے کچھ نہ دیا''۔ اس نے کہا۔ فرد۔

نا رسائی ہے ہمارے بخت کی ورنہ تیرا ہے نہیں کس پر کرم

پھر اس کی زوجہ نے کہا کہ ''اب جان پر بنی چھوڑ یہ کبر۔ اور کنے جانا اور کچھ لینا بادشاہوں سے عیب نہیں ہے۔ اور بھوکھا جان کر گھر بیٹھے بھیجے ایسا عالم الغیب نہیں....''

ہر چند اس کی عورت نے خاک اڑائی لیکن پانی تحمل کا چھڑکا۔ ہیئات اس پیٹ کے ھاتھ سے سب لاچار ہیں! بیت۔

اسی پیٹ کے واسطے سب پھریں کسی چیز سے اپنا دوزخ بھریں

ایک روز بالاتفاق سب نے کہا کہ ''سلاطین ذوی الاقتدار اور اراکین والا مقدار دوری میں کس کو یاد رکھتے ہیں اگر حضوری میں کچھ سمجھیں یہ بھی غنیمت ہے۔ کچھ تیرے جانے میں وہاں ہتک نہیں ہے۔ اور وھاں تیرے پہنچنے کی اٹک نہیں۔ بیت۔

وہ نہ آیا تو توہی چل رنگین کیا تیری اس میں شان جاتی ہے



آخرالامر کہنا سب کا سر پر رکھا اور قدم اودھر کو سنگ آمد سخت آمد کہتے ہوئے سر مر رکھا ـــ جب پاس بادشاہ گیتی پناہ کے پہنچا، سلطان دارا دربان مشغول نماز تھا۔ جب فارغ نماز سے ہوا، دست دعا جانبِ خدا دراز کیا بعد دعا کے پوچھا ـــ ''اے یار!

کدھر تھا اور کہاں تھا کیا کرے تھا
کہیں بھوکھا مرے تھا دن بھرے تھا
جو کچھ مطلوب ہو لے جا یہاں سے
یہ سچ کہتا ہوں میں اپنی زباں سے''

اس خارکش فاقہ کش نے کہا ''اے بادشاہ ظل اللہ! ایک تعجب مجھ کو آیا۔ آپ نے کیا مانگا اور کس کے آگے ھاتھ اٹھایا ـــ''

تب بادشاہ نے تبسم کیا اور کہا ''اے نادان! بادشاہوں کا بادشاہ اور ہے کہ اس کی سلطنت لایزال ہے بیت۔

عزیزے کہ از در گہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

جب اس آزاد نے یہ بات سنی اور کہا ''ایسے محتاج سے حاجت طلبی اور مراد خواھی کیا ضرور جس نے تجھ کو دیا مجھے بھی دیوے گا''۔
وھاں سے واپس ہوا۔ کسی نے کہا ''اے نا مراد! ایسی درگاہ سے محروم پھرا۔ حسب دل خواہ یہاں سے لینا تھا،، تب اس مصرع سے جواب دیا،۔ مصرع

طریق پست ہمت ہے گداگر کا گدا ہونا

چلتے چلتے واسطے ارادہ بول کے ایک گوشے میں بیٹھا - اس جگه ایک دیگ لبا لب اشرفیوں سے نظر آئی -

سبحان اللہ ! استغنائی اس مرد آزاد کی که اصلًا توجه اس دیگ پر نه کی اور اپنے گھر میں تہی دست آیا - وقت شب هم سر سے هم بستر تھا، اور کسی طرح کا درد سر نه تھا بیت ـه

اگر دن کو غم هے نه کہئے الم رهے رات جو اپنے بر میں صنم

زوجه اپنی سے کہا که ''بادشاہ کو خود محتاج دیکھا که دست به دعا تھا - ایسے محتاج سے مانگنا نامناسب تھا - لیکن راہ میں عجب اتفاق هوا که ایک دیگ لبا لب زر خالص سے دیکھی - اس کو بھی مال غبن سمجھ کر نه لیا،، -

اس کی زوجه نے کہا که ''اے صاحب! وہ داد الہیٰ تھی - کیوں نه لی؟،،

تب اس نے کہا ''اللہ دے تو چھپر پھاڑ کر دے گا،، -

ایک گروہ چوروں کا پس دیوار یه تکرار سنے تھا - وے اس جگه گئے اور دیگ کو دیکھا - جب اس کو کھولا - هزارها مار و کژدم افعی و ارقم نظر آئے - انھوں نے اسی طرح دیگ کو بند کر کے، پاس چھپر خار کش کے لائے که اس کم بخت نے هم سے ٹھٹھا کیا هے - اس بلا کو اسی گھر میں ڈالا چاهئیے - چنانچه چھپر خار کش کا اونچا اٹھا کر منه دیگ کا نیچا کر دیا - تمام مال دیگ اس کے گھر میں ڈال دیا - تمام زر خالص هو گیا -



اس وقت آزاد مرد نے کہا ''اے عورت ! دیکھ اس زر کو - اللہ دے تو چھپر پھاڑ کے دے،، -

سبحان اللہ ! برکت توکل کی ایسی هے که اللہ گھر بیٹھے اس کی خبر لیتا هے - اے ممتاز ! جو کوئی اس لکڑھارے کی طرح استغنائی اختیار کرے اللہ جل شانه اس کو گھر بیٹھے غنی اور مال دار کرے !

---

# داستان

## (۵)

## گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

اصل مطلب اس مثل کا جو مفصل لکھیئے اور آغاز سے انجام تک شرح کیجئے ، پہلے طوالت کلام موجب ملالت طبائع خاص و عام کا هو - دوسرے تفصیل وار میں لغات شاستری اور نانو کانو اسی زبان کے لانے لازم هوویں - پس پڑھنے والوں کو به سبب عدم دریافت زبان سنسکرت کے مشکل هو اور سننے کو به سبب عدم دریافت زبان سنسکرت کے مشکل هو، اور سننے والوں کو واسطے نا واقفیت بھا کا شاستر کے حظ وافی حاصل نه هو - اس واسطے مختصر لکھا جاتا هے اور مطلب قریب الفهم اور نانو کانو ضروری کہه سناتا هے که جسرت ایک راجه تھا اور اس کی تین رانی تھی - رانی کلاں کوشلیا نام اور دوسری کیکئی اور تیسری سمترا - کوسلیا سے رام چندر پیدا هوا، اور کیکئی سے دو بیٹے پیدا هوئے - بھرت اور

سترگن ۔ اور سمترا سے لچھمن ہوا ۔ چنانچہ لچھمن پاس رام چندر کے رہا اور سترگن پاس بھرت کے ۔

ایک رات جسرت نے صلاحاً کہا کہ ’’رام چندر کو ولی عہد کرنا منظور ہے ۔ صبح کو رام چندر کو مسند ولی عہدی کی سونپ کر آپ بیچ عبادت نرنکار جوتی سروپ کے مشغول ہوں گا ۔،،

کنیزک کیکئی یہ بات سنتی تھی ۔ رانی سے جا کہا کہ ’’کل کے دن رام چندر مالک اس ملک کا ہو گا ۔ راجہ جسرت نے راج سے ہاتھ اٹھایا ۔ رام چندر کو اپنے جیتے جی راجہ بنایا ۔ تو راجہ کی پیاری راج دلاری تھی ۔ تیرے بیٹے کو راجہ نہ کیا ۔ اور بیٹے تیرے کو کہ بھرت نام ہے بھرت سے سونا نہ بنایا بلکہ لوہا اور لوہا نہیں مٹی کر دکھایا ۔،،

کیکئی نے یہ بات سن کر افسوس کیا اور منہ پر پلّا حسرت کا لیا ۔ جو دستور قدیم راجہ جسرت کا تھا کہ پہلے بیچ محل کیکئی کے آتا ۔ اس روز موافق معمول کے محل میں آیا اور کیکئی کو دگرگوں پایا ۔ راجہ جسرت نے سبب حسرت کیکئی کا پوچھا اور کہا ۔ فرد ؎

نہ پہلی سی باتیں نہ اگلے سے ڈھنگ
گئی ہے کہاں آپ کی وہ امنگ

کیکئی نے دل غمگین اور صدائے حزیں سے جواب دیا ’’جو ہی چاہے اَور کو یہ دکھ سہو نہ جائے،، ۔ پھر بہ موجب اس کے جو کچھ دل میں ہو زبان پر آوے، زبان پر لائی کہ ’’جس وقت لڑائی دیوت کے



ہوئی اور تم کمک کو گئے، میں بھی ساتھ تمہارے رفاقت میں حاضر تھی، اور جس رتھ میں آپ سوار تھی، عین محاربت میں دھرے رتھ کے ٹوٹے ۔ میں نے ہاتھ اپنا دھرے میں دے کر رتھ کو بکھرنے نہ دیا ۔ تم اس بات کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے ۔ جب دیوت فتح یاب اور تم صاحب کی کرپا سے کامیاب ہوئے تھے ۔ خوش ہو کر فرمایا کہ کچھ مراد اپنی مانگ ۔ اس وقت دو چیز گم نام مانگی تھی میں نے ۔ آج وہ دونوں مانگتی ہوں میں ۔ ایک وہ ہے کہ بھرت، بیٹے میرے کو گدی راج کے پر بٹھائیے اور دوسرے رام چندر کو چودہ برس کا دسوٹھا یعنی دیس نکالا دیجیے ۔،،

جسرت کو اپنی صورت حسرت ہوئی اور اندوہ غم سے غش آ گیا ۔ رام چندر نے یہ معاملہ سنا اور پاس جسرت کے آیا ۔ سر جسرت کا زانو پر رکھا اور تسلی کر کے کہا ۔ ’’مجھے دسوٹا چودہ برس کا منظور ہے ۔ گدی راج کی بھرت کو دینی اور رضا مندی کیکئی کی، کہ اس رام چندر کی بھی ماں ہے، کرنی بہتر ہے ۔،،

اور اس وقت راجہ جسرت نے عہد کیا کہ بھرت کو گدی راج کی دوں گا میں ۔ رام چندر نے رخصت چاہی اور پہلے کوشلیا یعنی اپنی ماں کے پاس آیا اور پیچھے پاس سیتا کے کہ زوجہ اس کی تھی آیا اور کہا کہ ’’مجھے راج بن کھنڈ کا ملا ہے،، ۔

سیتا نے کہا کہ ’’پہلے اس سے ایک رام چندر ہوا ہے اور اس کی زوجہ بھی سیتا نام تھی ۔ وہ بھی بن کھنڈ میں ساتھ رہی تھی میں بھی ساتھ رہوں گی،، ۔

رام چندر نے چار نا چار قبول کیا اور لچھمن کو بھی ساتھ چلنا منظور ہوا ۔ غرض رام چندر اور سیتا اور لچھمن طرف جنگل کے چلے ۔ راجہ جسرت صورت حسرت کی بن کر کوٹھے پر چڑھا اور طرف رتھ رام چندر کے دیکھتا رہا ۔ جب تک رتھ نظر آتی رہی روح بدن میں آتی جاتی رہی ۔ جب رتھ نظر سے غائب ہوا جسرت بے ہوش ہو کر کوٹھے سے گرا ۔ طائرِ روح اس کے نے قفس بدن سے پرواز کیا ۔ نظم ۔ہ

جدا باپ سے جب ہوا رام چند
ہوئی آہ جسرت کو حسرت دہ چند

ہوئی بے کلی ایسی جسرت کو جب
گیا بھول تاب و تواں اپنی سب

بظاہر نہ ہونٹوں پہ لایا کلام
ولے دل ہی دل میں مرا لا کلام

نظر جب تک آتا تھا رتھ کا کلس
رہی جینے کی اس کے دل میں ہوس

نظر سے وہ رتھ جب کہ غائب ہوا
وہ بیچارہ کوٹھے سے گر کے مرا

گرا بام سے اپنا سر کوٹ کر
ستارہ فلک سے گرا ٹوٹ کر

محبت کا ہے ہے یہی ہے طریق
جئے خاک جس کا جدا ہو رفیق



تھا جسرت کا لخت جگر رام چند
مرا اس کی فرقت میں وہ ہوشمند

جب حکم الٰہی سے یہ واقعہ ہوا جسرت کو تیل میں ڈالا کہ جب تک بھرت آوے اور داغ دیوے بدن اس کا نہ بگڑے ۔ اسی وقت کیکئی نے بھرت کو بلایا ۔ بھرت آیا ۔ اور جسرت کو داغ دیا ۔ کیکئی نے بھرت سے کہا ''یہ راج تجھ کو مبارک ہو اور چودہ برس کا دسوٹا رام چندر کو ہوا ۔''

بھرت نے کہا ''افسوس ہے میں گدی پر بیٹھوں اور رام چندر کو دسوٹا ہو ۔'' اور رام چندر اور سیتا اور لچھمن پاس ایک راجہ کے کہ وہ جسرت کا دوست تھا، گیا اور ایک شب وہاں مقام کیا ۔

راجہ اس کے بروگ کو دیکھ کر آنکھوں میں پانی بھر لایا اور کہا ''اے رام چند! تیری جگہ اکاس چاہیئے تو خاک پر یوں بن بن میں پھرے'' ۔

تب رام چند نے آہ سرد بھر کر کہا ۔ دوہرہ ۔ہ

بکھا کسی پرمت پڑو بھائی مت روسو کرتار
بالک سر پر سینگ دے تو بھی وہاں سنگار
قلم ربانی لگ گئے میٹ نسکیؔ کوئے
ڈاڈھا کرنا روسیا کون آب منتر ہوئے

اُس راجہ کے گھر سے چلا اور گنگا کے گھاٹ پر پہنچا ۔ کشتی چاہی ۔ ملاح ایک ناؤ لایا اور کہا ''پاؤں دھو کر سوار ہونا'' ۔

رام چندر نے کہا ''یہ کیا تکرار ہے''؟

تب ملاح نے کہا ''جو گرد تمہارے پاؤں میں پڑے گی ناؤ بیکنٹھ کو اُڑے گی'' ۔

اس ملاح کی یہی ناؤ ہے ۔ اپنی جاگیر میں نہ ملک ہے نہ کوئی گاؤں ہے ۔ اس بات میں تعجب تھا کہ گرد سے کشتی اڑے اور تمام بدن رام چندر کا ناؤ میں رہے اور ناؤ نہ اڑے ۔ واسطے رفع تعجب کے یہ نکتہ لکھا جاتا ہے کہ رام چندر گرد تعلق کی یعنی لگائی اور بھائی ساتھ رکھتا ہے ۔ اس کے وجود کو پرواز کہاں ۔ اور وہ گرد صحرائے تجرد کی تھی ۔ اس میں یہ تاثیر ہے کہ جس میں وہ پڑے اسے بہشت میں لے اڑے ۔ رام چندر زندگی سے ہاتھ دھوئے پھرے تھا ۔ پاؤں دھو کر ناؤ میں بیٹھا ۔ وارسے پار ہوا ۔ چلتا چلتا ڈنڈکارن گاؤں ضلع دکھن میں ہے پہنچا ۔ پچ منٹھی میں جا رہا ۔ پچ منٹھی پانچ بڑ کو کہتے ہیں ۔ اس کے نیچے گنگا بہتی ہے ۔ اس جگہ ایک عورت آئی ۔ نام اس کا سور نیکھا تھا ۔ سور نیکھا شاستر میں لمبے کان والی کو کہتے ہیں ۔ صورت اس کی سیتا سے تیس درجہ تک زیادہ تھی اور وہ تریا راون کی بہن ۔ رام چندر سے کہا کہ ''میں تجھے چاہتی ہوں ۔ جو کوئی میرے گلے پر چھری پھیرے تو اپنی بات سے نہ پھروں ۔ تجھ سے پھیرے لوں گی ۔ اپنے جوبن کا مزہ سارا تجھے دوں گی ۔''

رام چندر نے کہا ''مجھے پرائی استری سے یعنی بیگانی لُگائی سے کچھ کام نہیں ہے ۔ جو لچھمن کو مطلوب ہو اپنی استری کر لے ۔ مختار ہے وہ'' ۔



پاس لچھمن کے گئی اور یہی رغبت دی ۔ لچھمن نے کہا ''میں ایسا ترک ادب نہیں ہوں کہ بھائی کے آگے ایسی حرکت کروں'' ۔

اس تریا نے ہولناک بن کر کہا ''جو کہا میرا نہ مانو گے سیتا کو کھا جاؤں گی'' ۔

لچھمن کو یہ بات سن کر غصہ آیا ۔ ناک اس تریا ہولناک کا کاٹا ۔ وہ تریا بینی خود بینی اپنی برباد کرکے پاس بھائیوں راون کے گئی اور حال بیان کیا ۔ وہ چودہ ہزار راکشس ساتھ اپنے لے کر رام چندر کے لڑنے کو آئے ۔ لڑائی ہوئی ۔ سب کے سب راکشس مارے گئے ۔

راون نے یہ بات سن کر اپنے ماموں کو بلایا کہ نام اس کا ماریچ تھا اور کہا کہ ''ایسا فریب کیا چاہئیے کہ جس سے رام چندر کی لگائی سیتا ہاتھ آوے'' ۔

چنانچہ ماموں راون کا ہرن سنہرا بن کے پاس رام چندر کے گیا، اور کود پھاند ہرنوں کی سی دکھائی ؎

ان ہونی، ہونی نہیں، ہونی ہو، سو ہو

سیتا کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ ''اس ہرن کو پکڑا چاہئے'' ۔

رام چندر تیر و کمان لے کر پیچھے اس آہو کے گیا ۔ سیتا اور لچھمن کو وہاں ہی چھوڑا ۔ کئی کوس پر پہنچ کر ایک تیر اس ہرن کے مارا ۔ ہرن صورت بدل کر راکشس ہوا، اور فریب سے رام چندر کی آواز بنا کر پکارا ''اے لچھمن ! مجھے اس ہرن نے مارا'' ۔

سیتا نے لچھمن سے کہا ''جلد رام چندر کی خبر لے ۔ مبادا ہرن غالب ہوا ہو'' ۔

لچھمن متامل ہوا۔

سیتا نے کہا کہ ''اے لچھمن تو بھی یہی چاہے ہے کہ رام چندر مرے۔ سیتا میرے پاس رہے،،۔

لچھمن نے ایک حصار کر کے سیتا کو بٹھایا اور آپ پاس بھائی کے گیا۔

اس وقت راون بوان پر یعنی پالکی پر سوار ہو کر سنیاسی کی صورت بن کر سیتا کے پاس آیا۔ کہا ''بھوگی کو پہنچاوے،،۔

سیتا نے کہا ''اس بن میں کھانا پینا کیا ہے۔ کوئی پھل جنگل کا ہو تو ہو،،۔

راون نے کہا ''وہی دلوا دو،،۔

تب سیتا نے ہاتھ اپنا حصار سے باہر کر کے دیا۔

راون نے ہاتھ پکڑ کر بوان پر بٹھا لیا اور منہ طرف لنکا کے کیا نظم ؎

خوشی دل کو راون کے تھی بے شمار
لگی رونے سیتا وہاں زار زار
پکارے تھی رو رو کے سیتا وہاں
میں جاتی ہوں اے رام لچھمن کہاں
گیا راج اور یہ دسوٹھا ملا
غضب تس پہ راون سا لوٹھا ملا



یہ گردوں کہاں مجھ کو لے جائے گا
کہاں رام و لچھمن مجھے پائے گا
وہ گورے سے مکھڑے پہ بکھرے سے بال
ہوئی جان سیتا کی ساری وبال

جب ایک پہاڑ کے نیچے وہ سیتا راون کے ساتھ پہنچی۔ اتاری ہاتھ اپنے کی پہنچی اور وہاں گرائی۔ اور اس پہاڑ پر بیٹھے تھے چار بندر۔ ان سے دوچار ہو کر، چار ناچار اسوک بن باغ میں پہنچے۔ وہاں راون نے سیتا کے واسطے جھولا ڈالا۔ اور ایک لُگائی واسطے خدمت کے مقرر کر دی۔

راون اپنے مقام میں مقیم ہوا۔ ادھر رام چندر اور لچھمن اسی جگہ آئے۔ سیتا کے کچھ پتے نہ پائے۔ روئے اور جی کھوئے۔ دوہرہ ؎

بلبل جھورے نین بھر کہاں گئی پھلوار
ان کو دوزخ نت ہے جن کے بچھڑے یار

اس جنگل میں بہت ڈھونڈھا۔ کہیں نشان نہ ملا۔ خود بخود ادھر کو چلے جدھر سیتا گئی تھی۔ مثنوی ؎

اے چرخ کدھر کو لے چلا تو  سیتا کا بتا پتہ بھلا تو
گر ہم کو نہیں ملے گی سیتا  یہ رام نہیں رہے گا جیتا
اس بن میں کہو تو کون آیا  سیتا کو یہاں سے جو اڑایا
رہ رہ مجھے آئے ہے یہ حسرت  ہے آج کہاں پتا وہ جسرت

لچھمن ہے بچارا ایک بھائی   بن بن میں وہ دیتا ہے دہائی

سیتا سے ملائے کون مجھ کو
اے کاش اڑائے پون مجھ کو

آخرالامر چلتے چلتے اس پہاڑ کے تلے پہنچے کہ جہاں وہ پہنچی پڑی تھی۔ بندروں نے دیکھا کہ یہ تیر کمان لئے آتے ہیں۔ مبادا ہمیں ماریں کہ شاید بھیجے ہوئے بال کے ہوویں۔ (بال نام دیوت کا ہے) واسطے مارنے سگریو کے آئے ہوں۔ ہنومان بھی ان میں تھا۔ اس کو ایک لڑکا دس برس کا بنا کر پاس رام چندر کے بھیجا۔

اس نے آ کر رام چند سے پوچھا ''تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟''

کہا ''اجودھیا سے آئے ہیں اور نام رام چندر ہے۔ اور یہ بھائی ہے لچھمن نام۔ ایک عورت گم ہوئی ہے، اس کی تلاش میں پھرتے ہیں۔

ہنومان نے کہا ''سگریو سے احوال معلوم ہو گا''۔

یہ پاس سگریو کے آئے۔

سگریو نے کہا ''راون ایک لگائی کو بوان میں بٹھائے لئے جاتا تھا، اور وہ روتی تھی۔ فرد۔

گراتی تھی آنکھوں سے دامن میں اشک
گہر آب پر ان کے کھاتے تھے رشک

یقین ہوا کہ سیتا ادھر کو گئی۔ پھر سگریو نے پہنچی اس کو دکھائی۔ رام چندر نے پہنچا سگریو کا پکڑا۔ گویا گئی ہوئی جان بدن



میں آئی اور پوچھا کہ ''تمہارے بیٹھنے کا یہاں کیا سبب ہے؟''

کہا ''کسکندا نام شہر تھا۔ بھائی میرا بال نام راجہ اس شہر کا تھا۔ کوئی شخص ہر روز آتا اور کہتا کہ 'کوئی میرا مقابلہ کرے'۔ ایک روز بال واسطے مقابلے کے اٹھا۔ میں بھی ساتھ ہوا۔ وہ غنیم دیکھ کر بھاگا۔ بھائی میرے نے پیچھا کیا۔ میں نے بھی ساتھ دیا۔ وہ غنیم پہاڑ کی گوپھا میں گھسا۔ اور بھائی بھی میرا ساتھ اس کے گیا۔ اور میں باہر کھڑا رہا بہ موجب اس کے کہنے کے۔ بعد سات دن کے خون گوپھا سے جاری ہوا۔ سگریو ایک سل گوپھا کے دروازے پر رکھ کر الٹا اپنے قافلے میں آیا۔ ظاہر کیا کہ بال مر گیا۔ بعد تین دن کے بال پھر آیا، اور سگریو کو وہاں کا راجہ پایا۔

کہا ''اے سگریو تو بھی یہی چاہے تھا کہ بال تو مرے اور سگریو تو راج کرے''۔

سگریو کو خفا ہو کر بال نے نکال دیا۔ اور اس کی لگائی تارا نام تھی۔ صورت میں چاند سے بہتر، چھین لی۔ ہنومان کو سگریو نے دیوان کیا ہے کہ کوئی راہ تارا کے ملنے کا نکالے۔

دیکھئے ستارہ رام چندر کا چمکتا ہے کہ پہلے تجویز لینے تارا کی در پیش ہوئی۔ ہر چہار بندر اور رام چندر اور لچھمن کسکندا میں گئے اور کہا ''اے بال! تارا کو چھوڑ دے اور نہیں لڑائی کا سامان کر''۔

چنانچہ کئی بار لڑائی ہوئی۔ آخر کار بال کا وبال آیا، اور سگریو نے تارا کو پایا۔ بیت۔

ملے دونوں معشوق عاشق بہم   ادھر اور ادھر کا رہا کچھ نہ غم

پھر تدبیر سیتا کے لینے کی ہوئی - سگریو نے ہر چہار طرف سے فوج بندروں کی بلائی - چہار کروڑ بندر فراہم ہوئے اور طرف لنکا کے چلے رستے میں ایک جانور نیم جان دیکھا - اس نے کہا ''اتنی فوج کہاں جاتی ہے ؟''

ہنومان نے کہا ''سیتا کے لینے کو جاتے ہیں'' -

اس جانور نے کہا ''سیتا کو راون لنکا میں لے گیا ہے اور چلتا ہوا یہی میرے پر توڑ گیا ہے'' -

جب اس جگہ پہنچے - چار سے کوس لمبا سمندر نظر آیا - دو کروڑ بندر اس وقت موجود تھے - سب نے اپنا اپنا کودنا دکھایا سب سے زیادہ ہنومان کودا - سمندر میں آیا - ایک راکشس رہتا تھا - شانہ ہنومان کا پکڑا اور لقمے کے مانند کھا گیا - ہنومان کان کی راہ نکل کر لنکا پر پہنچا - لنکا نامی ایک لگائی مالک لنکا کی تھی - ہنومان کو قلعے میں جانے نہ دیا - اس عورت کو مارا اور قلعہ میں جا للکارا - اس جگہ تلاش کیا - ایک جھولا دیکھا کہ ایک لگائی خوبصورت اس پر جھولتی ہے - ہنومان وہاں گیا اور پوچھا کہ ''بیٹا جسرت کا رام چندر نام لگائی اپنی سیتا نام کھوئے پھرے ہے اور تلاش اس کا کرے ہے'' -

سیتا نے سنا اور کہا ''تو کون ہے؟''

ہنومان نے کہا ''میں قاصد رام چندر کا ہوں'' -

سیتا پکاری کہ ''جو کوئی نشان رام چندر کا دکھاوے تو مجھ کو یقین آوے'' -



اس وقت انگوٹھی رام چندر کی پاس ہنومان کے تھی - سیتا کو دکھلائی - سیتا نے یقین کیا کہ اب علاج کیا کیجئے -

ہنومان نے کہا کہ ''میری پشت پر سوار ہو - رام چندر اور لچھمن کے پاس پہنچا دوں'' -

سیتا نے کہا ''راون کو مار کر چلنا مردانگی ہے'' -

ہنومان کو اس وقت بھوک تھی اور باغوں کو ویران کر دیا -

راون کو خبر ہوئی اس نے فوج بھیجی - فوج راون کی تمام ماری گئی - آخر اندر جیت بیٹا راون کا آیا، اور ہنومان کو دستگیر کر کے آگے راون کے لے گیا -

راون نے پوچھا ''تو کون ہے؟ -''

اس نے کہا ''میں نوکر رام چندر کا ہوں - ایسی قوت رکھتا ہوں لنکا کو پل بھر میں خاک برابر کردوں'' -

راون نے چاہا کہ ہنومان کو قتل کیجئے -

ہنومان نے کہا ''موت میری اس طرح ہے کہ روئی میری دم پر باندھ کر اور تیل چھڑک کر آگ لگا دو، جل مروں گا میں'' -

ایسا ہی کیا - ہنومان لنکا پر آیا اور سارے لنکا کو جلایا - پھر سمندر میں کودا، اور دم کی آگ ایک دم میں بجھائی، اور پاس سیتا کے آیا - کہا کہ ''رام چندر کو کیا کہوں میں - کچھ نشان دے'' -

سیتا نے ایک چوڑا ہنومان کو دیا - اس وقت سارے بندر الٹے پھرے اور کسکندا میں آئے - پھر ہنومان نے رام چندر سے کہا کہ ''لنکا میں

سیتا موجود ہے،، اور نشان دکھا دیا۔

رام چندر ایک پدم فوج لے کر کنارے سمندر پر آیا۔ اسی درمیان میں ببھیکن نے کہا ''جو حکم ہو آؤں میں،،۔

رام چندر نے ببھیکن کو بلایا اور ملاقات کی ٹھہری۔ تجویز جدھ یعنی لڑائی کی ہوئی، اور تدبیر اترنے سمندر کے صلاح ببھیکن کے سے یوں ہوئی کہ تمام پہاڑوں کو سمندر میں ڈالو تو راہ اترنے کا ہووے۔ اسی طرح کیا اور پل تیار ہوا اور پہاڑ باقی رہے۔ یہ راہوں میں ڈالے۔ (چنانچہ اب تک جیسے ڈھوسے کا پہاڑ متصل نارنول کے کہ ممالک مقبوضہ اپنا ہے۔ اور اپنے تئیں بھی اتفاق سیر کئی بار ہوا ہے۔ اور سوا اس کے موجود ہیں) فوج راہ پل سے گزر کر متصل لنکا کے پہنچی۔ راکششوں سے محاربت اور منازغت ہوئی۔ دس دن تک لڑائی رہی۔ کھمبکرن کو حکم دیا کہ شامل جنگ کے ہووے۔ اور خواص کھمبکرن کا یہ ہے کہ چھ مہینے سووے آواز بندوق اور توپ سے بیدار ہووے۔ فصیل کی راہ سے بالائے قلعہ آیا۔ کھمبکرن مارا گیا۔ بعد اس کے اندر جیت آیا۔ لچھمن کے ہاتھ میں ایک ضرب لگائی لچھمن کو غش آ گیا۔ رام چندر متحیر ہوا اور کہا ''جو ہنومان ایک بوٹی لاوے وہ بوٹی آفتاب سے روشن ہے جب لچھمن صحت پاوے،،۔

راون کو خبر ہوئی۔ تمام بوٹیں (بوٹیاں) آفتاب سے روشن کر دیں۔ ہنومان وہاں جا کر حیران ہوا اور اپنے قوت بازو سے تمام پہاڑ کو اٹھا کر لے آیا اور آگے رام چندر کے رکھ دیا۔ رام چندر نے بوٹی پہچان کر لی اور پیس کر لچھمن کے منہ میں دی۔ لچھمن زندہ ہوا اور اندرجیت موا۔



مند ودری راون کی لگائی نے کہا ''اے راون! لنکا کو ہاتھ سے نہ دے اور سیتا کو پاس رام چندر کے بھیج دے،،۔

راون نے کہا ''صبح رام چند کو قتل کروں گا،،۔

چنانچہ راون نے منتر پڑھنے کی تیاری کی۔ ہنومان نے اس منتر پر مکھی بٹھادی۔ حرف منتر کا اور طرح ہو گیا۔ فتح کے معنی شکست ہو گئے۔ صبح لڑائی ہوئی۔ منتر راون کا الٹا پڑا۔ رام چندر نے ایک بان راون کے سر پر مارا۔ سر راون کا کٹ گیا۔ رام چندر نے ببھیکن، راون کے بھائی کو کہ اس نے بھید سے لنکا ڈھائی بلایا اور راج لنکا کا اس کو دیا۔ اور مال و متاع وہاں کا اسی کو بخشا۔ ببھیکن اور مند ودری سیتا کو بوان میں بٹھا کر پاس رام چندر کے لائے۔ پس گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اگر ببھیکن بھید نہ بتاتا، رام چندر کے ہاتھ کبھی سیتا نہ آتی اور لنکا تک نہ پہنچتا، راون کو نہ مارتا۔

پھر رام چندر وہاں سے سیتا کو لے کر، مع لچھمن کے اجودھیا میں آیا اور راج کی گدی پر بیٹھا۔ بھرت نے اطاعت رام چندر کی اختیار کری۔

اے ممتاز! جو کوئی بھید کی بات ظاہر کرے جسرت کی طرح رام چندر کے ہجر میں حسرت سے مرے، اور جو کوئی ملک بیگانہ میں ننگ و ناموس کو تنہا چھوڑے رام چندر کی طرح سیتا کو کھووے۔ اور جو کوئی کسی کو فریب دے سورنیکھا کی طرح ناک اپنی کٹاوے اور جو کوئی اطاعت والدین کی کرے رام چندر کی طرح پھر گدی اجودھیا کی پاوے۔ اور جو کوئی دشمن کی باتوں میں آوے اور کہنا دشمن کا سچ

عجب اتفاق ہے کہ دونوں کدخدا نہ ہوئے تھے اور بیڑی تعلق کی پیروں میں نہ پڑی ۔ فکر علائق سے آزاد اور خاطر بھر چہ مست شاد ۔ بیت ؎

نہ تھا دل میں کچھ ان کے فکر معاش
محبت فقط دل میں تھی دل خراش
غم این و آں تھا انھیں کچھ نہیں
بہم مل کے وہ بیٹھتے ہر کہیں

حکم الہی سے ایام کد خدائی دونوں کے نزدیک آئے ۔ سبحان اللہ ! اتفاق حسنہ ہے کہ نسبت دونوں کی ایک شہر میں بلکہ ایک محلے میں قرار پائی، اور انگشتری نسبت دونوں کی ایک ہی دن آئی ۔ طرفہ ماجرا ہے کہ ان دونوں عورتوں میں کہ منسوبہ ان کی ہوئیں اتحاد دلی اور محبت قلبی تھی ۔ غرض تاریخ شادی کدخدائی دونوں کی پس و پیش دو چہار روز کے مقرر ہوئی اور دولت مناکحت کی میسر ہوئی ۔ نظم ؎

بجے ڈھول شادی کے دونوں طرف
ہوئے شاد شادی سے دونوں خلف
غرض ایک ہفتے میں دونوں کا بیاہ
ہوا ہو مبارک بہ فضل الہٰ
کھلی ایک ہفتے میں قسمت بھلی
کہ دونوں کو ماہ دو ہفتہ ملی

اللہ جل شانہٗ نے سب کی شکلیں جدا جدا اور طبیعتیں مختلف پیدا کی ہیں ۔ ان دونوں میں ایک یار نرم دل، شیریں گفتار تھا اور دوسرا تلخ


مانے راون کی طرح ہنومان کی دم سے لنکا کو جلاوے ۔ لازم ہے انسان کو اپنا بھید کسی سے نہ کہے اور افشائے راز کسی کا نہ کرے ۔ اللہ اس کا پردہ دار ہے ۔

---

# داستان

## (۶)

## گربہ کشتن روز اول

یہ مثل زبان فارسی میں شاید کسی ولایتی اہل فارس سے سر زد ہوئی ہو ۔ اگرچہ تشریح اس کی زبان فارسی میں لکھنی مناسب تھی لیکن یہ کتاب تمام زبان اردو میں بیان کی ہے ۔ اس واسطے ضرب المثل کسی زبان میں تشریح اس کی زبان اردوئے معلی میں اولی ہے ۔ (اور پہلے اس سے ''برات عاشقان بر شاخ آہو'' ضرب المثل فارسی ہے ۔ اسی لیے اردو میں لکھی ہے) ۔

اصل مطلب اس تمثیل کا یہ ہے کہ دو شخص آپس میں دوست صادق تھے اور یار موافق ۔ دونو یک جان دو قالب تھے ۔ ایک کی دوستی دوسرے پر غالب ؎

یگانہ زمانے کے تھے دونوں یار
بہم دونوں غم خوار اور غم گسار
کبھی تفرقہ ان کے دل میں نہ ہو
گویا ایک جاں اور قالب تھے دو

مزاج، خونخوار ۔ دونوں کو شب وصال جانانۂ پر جمال سے حاصل هوئی اور مرادیں دل کی اپنی اپنی معشوقوں سے واصل ۔

اتفاقاً شب اول اس تلخ مزاج تند خو کے پاس ایک بلی عین سرور کے وقت حضور میں آ گئی ۔ اس مست وعدۂ وصال کو خلوت میں هونا گربه کا بھی خلل هی نظر آیا ۔ ضرب پیش قبض سے اس گربه کو رسته ناگهانی موت کا دکھایا ۔

عروس مانوس اس کی نے یه ماجرا دیکھا ۔ خود بخود بلی کی طرح کان کھڑے هوئے ۔ اور جانا میاں جلاد هے ۔ اگر خلاف مرضی کچھ کام هوا زندگی اپنی برباد هے ۔ پس زن اس مرد کی مطیع اور فرمانبردار رهی اور میاں کی بد مزاجی سے هوشیار رهی ۔

اودهر وه دوسرا یار خوش خلق، شیریں گفتار، عروس نو بهار سے بوس و کنار هوا ۔ ناز برداری جانانه کی واجبات سے جانی ۔

اس کی عروس نے شوهر اپنے کو فریفته اپنا جان کر کبھی ایک بات نه مانی ۔ اپنا کهنا کیا اور خاوند کا دل کبھی هاتھ میں نه لیا ۔ قاعده هے مرد مرد همراز سے ملے، راز اپنا کهے اور عورت عورت سے کهے بغیر بھید اپنا نه رهے ۔ یه عورت جلادی اپنے خاوند کی بیان کرتی اور وه منقادی اپنے شوهر کی بیان کرتی ۔

ایک دن اس مرد موم دل نے یار سنگدل سے کها که ''عروس تیری کیونکر فرمانبردار هوئی؟''

اس نے حال هلاکت گربه کا بیان کیا ۔



اس موم دل نے دل میں سمجھ لیا که آج رات یهی معامله در پیش کیجئے اور زن اپنی کو عقیدت اندیش کیجئے ۔ چنانچه اس نے بھی ایک بلی کو رو به رو اپنی عروس کے مارا ۔

اس عورت نے هنس کر کها ''گربه کشتن روز اول باید'' ۔

اے ممتاز ! جو انسان پهلے دن بندوبست اور انتظام کرے، وهی کام آوے اور پیچھے هرگز بندوبست نهیں هووے ۔ ایک اس میں نکته نادر هے ۔ لیکن سمجھنا شرط هے ۔ بلی سے مراد نفس هے ۔ جس نے پهلے دن اس نفس کو مارا سارے بلیات سے بچ گیا ۔ عورت محکوم هوتی هے محکوم، محکوم اپنے کا محکوم نه هوا چاهیے اور جو کوئی محکوم کا محکوم هوا حکومت اپنی سے محروم هوا ۔

---

# داستان

## (۷)

چندا ماموں دور کے بڑے پکاویں بور کے
آپ کھاویں تهالی میں همیں کھلاویں پیالی میں

مثالان بلند افکار اور نقالان نادره اذکار اکثر ضرب المثل یک مصرعی سنے هیں، اور یه مثل چو مصرعی هے ۔ اس میں تامل تها لیکن نظر غور سے جب دیکھا تو یه قاعده بھی درست پایا ۔ اس واسطے اصل مطلب اس مثل کا دریافت کیا ۔

یه معلوم هوا که ایک شخص کسی شهر میں رهتا تها ۔ صورت میں

چاند سے دو چند اور سیکڑوں دل اس کی زلف میں بند ـ ہ

زهره سیما تها مشتری دیدار حسرت آفتاب تها رخسار

لیکن بخل میں ایسا معروف تھا جیسا حاتم طائی سخاوت میں موصوف ـ باتوں میں دل آدمی کا فریفتہ کر لیتا ـــــــ اس بخیل کا بھانجا کسی شہر میں رہتا تھا، اور وہ ہمیشہ ماموں کی صفت کہتا تھا ـ

ایک روز اس کے دل میں آیا کہ ماموں کے گھر چلئے، اور کچھ اس سے لیجئے ـ آخر کہنا اپنا پورا کیا اور راہ ماموں کے گھر کا لیا ـ ابیات ـ ہ

گھر میں وہ جا کے ماموں کے دیکھ کر رنج کوہ و ہاموں کے

باتیں ظاہر کی اس نے ساری کی کھانے پینے کی کچھ نہ یاری کی

جب رات ہوئی اور تاریکی عالم پر چھائی ـ کچھ اس نے کھانا اچھا اچھا ایک تھالی میں دھر کے کھایا، اور بچا بچایا اس مہمان کے آگے ایک پیالے میں دھر دیا ـ

اس بیچارے نے دیکھا ـ اگر نہ کھائے تو بھوکا مرے ـ لاچار جیسا کیسا کھایا، اور یہ مثل زبان پر لایا ـ

چندا ماموں دور کے بڑے پکاویں بور کے

آپ کھاویں تھالی میں ہمیں کھلاویں پیالی میں

ـــــــ

## دور کے ڈھول سہاونے

اس مثل کا یہ اصل ہے کہ ایک شخص کو دور سے آواز آئی ـ اس نے جانا کوئی برات آئی ہے یا کہیں نٹ ناچتے ہیں ـ



وہ دل کا نہایت بھر بھرا تھا ـ پس و پیش نہ دیکھا ـ آواز پر جیسے کبوتر اڑتا ہے سیدھا آواز ڈھول پر گیا ـ وہاں دو امیر زادے لڑتے تھے اور باجا لڑائی کا بجتا تھا ـ

یہ بندہ خدا کا دنیا کے معاملات سے واقف نہ تھا ـ صلح کروا دینی عین لڑائی میں ثواب حاصل کرنا جانا ـ بیچ میں جا کر پکارا کہ الصلح خیرٌ من الحرب ـ یعنی صلح بہتر لڑائی سے ـ

ناگاہ ایک گولی اڑ تاشیا اس بیچارے کے لگ گئی ـ وہ زخمی ہو کر گرا ـ جو امر خیر کے انجام بخیر ہے ـ چند مدت میں رنج اٹھا کر اچھا ہوا اور پھرنے لگا ـ

کسی نے کہا ’’یہ زخم کس لڑائی میں کھایا؟،،

تب اس نے کہا ’’یہ مثل سنا کرتے تھے ہمارے پر گزری،، ـ

ـــــــ

# داستان

## (۸)

## ہاتھی پھرے گانو گانو ـ جس کا ہاتھی اس کا نانو

منصوبہ بازانِ فیل بند ظرافت سے مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک شہر میں ایک عورت پارسا اور شوہر اس کا نارسا تھا ـ زن بے چارہ مصروف امور حسنات اور مرد تاثیرات صحبت بد سے مشغول افعال سیّأت کا رہتا تھا ـ بیت ـ ہ

جہاں میں اگر علم تسخیر ہے یہ جانو کہ صحبت کی تاثیر ہے

وہ مرد بہ سبب تاثیر صحبت کے تماشائی ہرجائی ہوا۔

ایک روز چند مستورات نے کہ اس زن نیک ظن سے موافقت اور اتفاق رکھتی تھی کہا کہ ''شوہر تیرا ہرجائی ہوا اور تماشائی۔ کس واسطے ممانعت نہیں کرتی؟''

اس عورت نے بہ فحوائے ظن المومنین خیراً۔ یعنی گمان مومنوں کا نیک ہے کہا ''وہ مرد نیک ہے۔ کبھی خیال کار بد کا نہ کرے''۔

پھر سب نے تکرار اور اصرار سے کہا کہ ''تو عجب طرح لگائی ہے کہ دل خاوند کا اپنے پر نہیں لاتی اور اس بات پر افسوس نہیں کھاتی''۔ مصرع

جو ہی چاہے اور کو یہ دکھ سہا نہ جائے

تب اس نے کہا ''اے نادان بیبیو! وہ ہر کہیں جاوے شوہر اپنا ہی کہاوے۔ جیسے کہا ہے۔ ہاتھی پھرے گانو گانو جس کا ہاتھی اس کا نانو۔''

آفرین ہمت مردانۂ عورت پر کہ اپنے شوہر کو ہرگز برا نہ کہا اور طعنہ سبھوں کا سہا۔

اے ممتاز! انسان کو لازم ہے کہ جو مصیبت اپنے پر آوے شکایت حق سبحانہٗ کی نہ کرے۔ اپنی تقدیر پر راضی رہے۔ جیسا کہا ہے۔ بیت ؎

راضی رضا پہ رہنا یہ بھی تو ہے ریاضت
اللہ جس کو چاہے دے بخش یہ سعادت



# داستان

## (۹)

### بنی کے سب ساتھی

بنی آدم اس مثل کے قائل ہیں۔ مطلب اس ضرب المثل کا یہ ہے۔ کسی دیس کا بنجارہ کسی دیس میں آ اترا۔ ٹانڈہ اپنا پھیلایا اور مول تول ہر جنس کا کیا۔ یہ کوچ سب کے سر پر کھڑا ہے۔ کوچ بنجارے کا ہو گیا۔ سب نے اپنا اپنا اسباب سنبھال کر لادا۔

بنجاروں میں سے ایک چھوکری کو بھول گیا۔ بنجارہ لد گیا اور وہ چھوکری پڑاؤ میں پڑی رہ گئی۔ مثنوی ؎

کوئی اس کا وارث نہ کوئی ولی — پڑی واں اکیلی نصیبوں جلی
کہاں مادر اس کی کہاں ہے پدر — پھرے گی کہاں دیکھئے دربدر
نہ ہنستی تھی وہ اور نہ روتی تھی وہ — تعجب سے حیرت میں ہوتی تھی وہ
مجھے ایسے جنگل میں لائی قضا
میں راضی ہوں جس میں خدا کی رضا

ناگہاں اس شہر کا مطرب پڑاؤ میں آیا اور چھوکری کو دیکھا۔ باتیں اس کی سُنیں۔ اس مطرب دانا نے جانا یہ چھوکری خدا جانے کس کی ہے۔ پر ہوشیار ہے جیسے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

اس چھوکری کو وہ مطرب اٹھا لایا۔ محبت میں زلیخائے اول۔

صورت میں یوسف ثانی۔ مثنوی ؎

کہوں میں اس کو کس منہ سے پری رو
پری بھی دیکھ کر جس کو خجل ہو
پڑی گرد یتیمی اس کے منہ پر
منور ہے ولے مانند گوہر
ہوا گیارہ برس کا جب کہ سن سال
خیال اس کو ہوا گانے کا فی الحال
ہوئی گانے میں وہ زہرہ سے بہتر
بجاتی بین وہ کاندھے پہ دھر کر
گئی وہ گاتے گاتے ایک شب سوئے
نظر سپنے میں آیا ماہ دل جوئے
کھلی جھٹ اس کی آنکھیں جیسے تارے
محبت چھا گئی پر دل پہ بارے
تصور اس کی صورت کا شب و روز
رکھے تھی دل میں وہ ماہ دل افروز
ولے تھی شرم دامنگیر اس کی
حیا تھی پانو میں زنجیر اس کی

آخر یہ عشق چھپائے سے چھپے نہیں اور بھلائے سے بھولے نہیں۔ روز بہ روز آتش محبت کی بھڑکنے لگی۔ رفتہ رفتہ جوش جنوں سر میں اثر کر گیا اور عشق نے اس کے دل میں گھر کیا۔



ایک دن اس غنچہ دہن کو ایسی بے کلی ہوئی، گل کی طرح گریباں چاک کیا۔ اور قصّہ حیا کا پاک، ہاتھ میں بین، زبان پر راگ، نہ کچھ رنڈاپا نہ کچھ اس کا سہاگ، جنگل کو نکل گئی۔ کوئی اس کا مانع نہ ہوا۔ کس واسطے کون اس کا رفیق شفیق تھا۔ مثنوی ؎

چلی بن میں وہ بن کے جوگن کا روپ
کہیں سایہ دیکھا کہیں دیکھی دھوپ
چلی پون جس دم بنی گرد وہ
کہیں گرم تھی اور کہیں سرد وہ
نہ کچھ کھانے پینے کی اس کو خبر
جو کچھ کھاتی پیتی تو خون جگر
کبھی بیٹھی چلتے چلتے اگر
بجاتی ذرا بین کو تان بھر
سحر گاتی بھیروں کا جو وہ خیال
ولے خلد کی رکھتی وہ جلد تال
کبھی گاتی سارنگ ٹوڑی کبھی
نہ ہوون میں چپکی نگوڑی کبھی
اگر رات ہو گاتی راتوں کو راگ
پرج دیس اور جے جے ونتی بہاگ
کسی کے اگر دل میں کچھ لاگ ہو
اسے رات دن اور وہی راگ ہو

وہ سپنے کی مایا کی تلاش میں جنگل جنگل پھرتی اور بستی بستی میں بسرام کرتی تھی۔

ایک روز جنگل میں بے وارثی خوار سی پھرے تھی۔ کھڑی کھڑی نے بین بجائی اور یہ غزل گائی۔ نظم ؎

ظاہر میں جو تجھ کو تھا نہ آنا
منہ خواب میں تھا عبث دکھانا
کچھ تجھ کو خبر ہے میرے غم کی
ہوں تیرے الم کا میں نشانا
ہر دم ہے تیرا مجھے تصور
صورت کا تیری ہے دل ٹھکانا
ماتھے پہ جو لکھ دیا خدا نے
وہ حرف ہو کس طرح مٹانا
کہتے ہیں کہ جس نے جس کو ڈھونڈا
لازم ہے کبھی تو اس کا پانا

اتفاقاً ایک شاہزادہ، مزاج کا سادہ، کمیت صبا رفتار کا سوار، شکار کرتا ہوا اس جنگل میں آ گیا اور دونوں کی آنکھ سے آنکھ ملی۔ جوگن نے پہچانا، کہ یہ وہی دولت بیدار ہے جو خواب میں دیکھی تھی۔ اور شاہزادہ بے دید شنید رام اس دلا رام کا ہوا۔ مثنوی ؎

کبھی شاہزادے پہ اس کی نظر
کبھی دیکھتا شاہزادہ اودھر



کبھی تو تبسم کرے تھی پری
کبھی ہنستا تھا شاہزادہ زری
اتر بیٹھا گھوڑے سے شہزادہ پھر
کہا جاتی ہو جوگی صاحب کدھر
کہاں سے تمہارا ہوا آنا ہے
تمہارا کدھر کو کہو جانا ہے
یہ گانا بجانا ہے کس کے لئے
فقیری کا بانا ہے کس کے لئے

تب اس شہزادے کی زبان سے یہ باتیں سنیں۔ اپنا احوال اول سے آخر تلک کہا ؎

سنو شاہزادے! مرا ایک سخن
غم نو دکھاوے سپہر کہن
قیامت ہے، یہ گردش آسماں
لے آئی ہے مجھ کو کہاں سے کہاں
سہے ہیں جو کچھ میں نے درد و الم
بیان میں قلم ہو زبان قلم
ولے کرتی ہوں شکر پروردگار
ملا ایسے جنگل میں تو شہسوار
تری شکل دیکھا تھی میں اک جواں
بحالے کہ تھی میں بہ خواب گراں

یقیں ہے وہی شاہزادہ ہے تو
مزاج اپنے کا بس کہ سادہ ہے تو
یہ ٹھہری دلوں میں کہ ہووے نکاح
پھر چار مذہب ہوا ہے مباح
چلی شاہزادے کے وہ بیٹھ بیل
پڑی پیروں میں یہ علاقے کے نیل
گیا شہر میں اس کو شہزادہ لے
مہ و مشتری گویا دونوں ملے

شہر میں آ کر ایک گھر میں اس کو بٹھایا، اور پاس اس کے ماما ددا نوکر رکھ دیں، اور تیاری شادی کی ہوئی۔

اس مطرب نے سنا کہ وہ دختر فقیری سے رتبہ امیری کو پہنچی، جام گدائی کا توڑا اور تاج شاہی کا لیا۔ پاس اس کے چلا اور ساتھ اس شہر کے آدمی بہت ہوئے۔ اس روز کہ مطرب وہاں پہنچا، برات کی تیاری تھی۔ آخر اسی رات برات شاہزادے کی چڑھی تھی کہ وہ مطرب آیا۔ فرد ــہ

برات اس کی برات شادمانی
جلوس اس کا مراد زندگانی

صبح دم نکاح شاہزادے کا اس غریبہ سے ہوا اور محافہ میں بٹھا کر دھوم سے لے چلے۔

اس وقت اس مطرب نے کہا ''یہ شاہ بانو دختر خواندہ اس مطرب کی ہے اور اس پر میرے حق بہت ہیں''۔



تب کسی نے کہا ''بنی کے سب ساتھی!''

اے ممتاز! اگر اپنا زمانہ یاور ہے سارا جہان یار اور برادر ہے۔ ذات باری ہی سے ہر دم اسے یاری ہے۔ لازم ہے انسان کو عمل ایّاکَ نستعین پر کرے۔ یعنی تجھ سے مدد چاہتے ہیں ہم اور کسی کا آرزومند نہ ہو۔ اگر خدا نخواستہ سختی ہو دل پر ملال نہ لاوے کہ وہ موجب آسانی کا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے انّ مع العسر یسر یعنی تحقیق ساتھ سختی کے ہے آسانی۔

-----

# داستان

## (۱۰)

## ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھے

عورت کسی کنجر خانہ بہ دوش کی نو مہینے کی تھی حاملہ۔ مہینا ساون کا۔ چلی جاتی قافلہ در قافلہ۔ ایک جنگل میں کوسوں تھا ہرا ہرا اور چاروں طرف پانی بھرا۔

ایام معہود قریب پہنچے۔ رگ رستنی جنبش میں آئی۔ بیٹا اس عورت کے پیدا ہوا اور جنگل میں منگل ہویدا ہوا۔

کنجرنی نے خنجری مبارکبادی کی بجائی اور ٹھمری شادمانی کی گائی ــہ

ہوا جنگل میں بچہ کنجری کے      اوڑاتے تان واں پٹ سنجری کے
سبھی مل اپنے اور بیگانے آئے      مبارکبادی کے سوہے سنائے

اس بچے نے پیدا ہوتے ہی آنکھ اٹھا کر دیکھا ۔ تمام جنگل ہرا ہرا نظر آیا ۔ بعد چندر روز کے اسی موسم سبزی میں آنکھیں اس بچے کی سفید ہوئیں ۔ بالکل اندھا ہو گیا ۔

اس لڑکے نابینا نے پرورش پائی اور جوان ہوا ۔

ایک روز وہ نابینا کسی جگہ بیٹھا تھا ۔ کوئی فقیر قمری کا جوڑا پنجرے میں لئے ہوئے وہاں آ گیا ۔ اس قمری نے صدائے حق سرہ بلند کی ۔

ساون کے اندھے نے آواز سن کر کہا ''او میاں ! تیرے پنجرے میں ہرے ہرے جانور۔ طوطے ہیں یا ہریل'' ۔

فقیر نے تعجب سے پوچھا ''تجھے کچھ نظر آتا ہے ؟''

اس نے کہا ''نہیں'' ۔

فقیر نے پوچھا ''تو نے کیونکر جانا کہ یہ جانور ہرے ہیں'' ۔

اس نے کہا ''میں نے اپنی عمر میں سوائے ہرے کے کچھ نہیں دیکھا'' ۔

تب فقیر نے قیاس سے سمجھ کر کہا ''آرے ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھے'' ۔

اے ممتاز ! اگر انسان کو تمیز ہو ابتدائے سن تمیز سے آنکھ اپنی کو دیدار ماسوای اللہ کے بند کرے اور سوائے جلوائے حق کے اپنی آنکھوں میں اور کو جگہ نہ دے، تو ہر شے میں اس اندھے کی طرح اسی کا نور نظر آوے ۔ بیت ؎

خدا کا اگر چھاوے آنکھوں میں نور
نظر آوے ہر شے میں اس کا ظہور

———



# داستان

## (۱۱)

## اپنے نین گنوائے کے در در مانگے بھیک

روشن دلان دور بین سے مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے ۔

کسی ملک میں کوئی بادشاہ سیاح، حسن پرست فرماں فرما تھا ۔ ایک روز واسطے سیر کے سوار ہوا ۔ رفتہ رفتہ گزر سر بازار ہوا ۔ جہت تماشائے سواری شہر یار کے، در و بام ہر بازار کے خلائق رنگا رنگ سے تختے گلزار کے تھے ۔

ناگاہ نگاہ بادشاہ کی ایک کوٹھے پر پڑی کہ اس پر بھی ایک عورت حسین، صاف دل، پاک نظر، کھڑی تھی ۔ وہ شرمناک شرم سے منہ پر نقاب ڈال کر بیٹھ گئی ۔ بادشاہ کا دل ہاتھ سے گیا ۔ ابیات ؎

اس کی آنکھیں غزال کی آنکھیں
پر نہ تھیں وہ چھنال کی آنکھیں

سرمہ آلود پر بلا تھی چشم
ساغر بادۂ حیا تھی چشم

حسن ایسا ہی اور حیا ایسی
خوش لقا ایسی پارسا ایسی

شہریار بیقرار فریفتہ شیفتہ اس کے جمال کا ہو کر بے خبر قلعے تک پہنچا اور ایک مشاطہ کو بلایا ۔ یہ ماجرا سنایا ۔

مشاطه نے عرض کی ''نشان اس کا کسی محلے میں دریافت کر کے حاضر کرتی ہوں میں'' ۔

آخرالامر ایک دو روز میں کٹنی نے پته لگایا اور پاس اس پردہ نشین کے گئی اور تعشّق بادشاہ کا جتایا ۔ مثنوی ؎

کہا بادشاہ کو ہے تیرا خیال
اثر کر گیا دل میں تیرا جمال
تڑپتا ہے دن رات وہ بادشاہ
ڈبو دے گی اس کو مگر تیری چاہ
خدا را قدم رنجه واں کیجیے
میرے سر پہ پاؤں اپنا دھر دیجیے
نصیبے سے صحبت ملی شاہ کی
مسافت نه کچھ جانیے راہ کی
سنا جب لگائی نے یہ ماجرا
فلک کی طرف اپنی آنکھیں اٹھا
کہا خیر ہے تجھ کو بکتی ہے کیا
بتا مجھ کو تو شہ کی لگتی ہے کیا
مجھے کیا ہے نسبت شہنشاہ سے
مجھے کام ہے اپنے اللہ سے
جو رہنے دو مجھ کو تو رہنے دو یاں
نہیں تنگ ہے ورنہ ملک جہاں



یہاں سے کسی طرح اٹھ جاؤں گی
رہوں گی جہاں چین سا پاؤں گی
خدا کے لئے اٹھ یہاں سے ذری
سنے گی نہیں کوئی کھوٹی کھری
کہا اس کو مشاطه نے اے بوا
کدھر ہے خیال اور تجھے کیا ہوا
جمال اپنا اس کو دکھا کر ذری
گھر اپنے چلی آئیو اے پری

جب اس نے کہا ''اے مشاطه ہزارہا پری‌زاد بادشاہ کے مطیع اور منقاد ہیں ۔ جہاں میں ایک سے ایک صورت میں اعلیٰ ۔ میرے میں کیا تعریف ہے جو حضور والا میرے پر فریفته اور واله ہیں ۔ آج کے دن چلی جا کل یہ توصیف میری بادشاہ سے پوچھ کر آ که کیا چیز میری قابل پسند کے ہے'' ۔

یہ پوچھا شہ سے اس کٹنی نے جا کر
شہا میں آپ کی ادنیٰ ہوں چاکر
وہ کہتی ہیں مرے میں کیا بھلا ہے
که جس پر بادشاہ کا دل گیا ہے

تب بادشاہ نے کہا ''اے مشاطه ! میں نے اپنی عمر میں ہزارہا معشوق دیکھے نک سک میں درست پائے، پر ایسی آنکھیں کسی کی نہیں دیکھی ہیں ۔ اس کی آنکھوں کا دیوانه ہوں ۔ یہ احوال اس سے جا کر

کہو که آنکھیں دکھا کر چرانی عین بے وفائی ہے،،

اس مشاطه نے ایسا هی کہا ۔

اس پرده نشین نے کہا ”بس آنکھیں میری پسند هیں ،، ۔

اٹھی ۔ ایک پردے میں بیٹھ کر اور آنکھیں نکال کر، رومال میں دھر کر مشاطه کو دی اور کہا ”اگر آنکھوں پر نظر ہے ۔ یه آنکھیں نذر هیں،، ۔

مشاطه حیرت میں آ گئی ۔ دونوں آنکھیں جیسے دو بادام شیریں پاس اس خسرو کے لے گئی ۔ بادشاہ کو غیرت سے غش آیا اور اپنی حرکت بے جا سے شرمنده ھوا اور ایسے امر مناهی سے توبه کی، اور اس زن پاکدامن کو مرهم اور معالجات سے اچھا کیا ۔ چند روز میں زخم اس کا بھر گیا ۔ تارک دنیا ھوئی ۔ مانگ کر کھانا اختیار کیا اور صدا یه اس نے مقرر کی ۔ اپنے نین گنوائے کے در در مانگے بھیک ۔

اے ممتاز ! خواستگاری اس چیز کی که نه دنیا میں کار برآری کرے نه عاقبت میں عقب گزارے موجب پشیمانی کا ہے ۔ دیکھئے وہ عورت پاک نظر، صاف دل هر چند هوا و هوس نفسانی سے پاک تھی لیکن تمنائے تماشائے جلوس سواری بادشاہ کی کری ۔ بادشاہ کی طرف بلا غرض دیکھا جس کا بھی یه نتیجه ھوا که اپنے هاتھ سے آنکھیں نکال کر اندھی ھوئی ۔ لازم ہے انسان کو ایسا کام کرے جس میں حصول مقصد عقبیٰ کا ھو یا مطلب دنیا کا بر آوے وگرنه اس عورت کی طرح آنکھیں کھووے اور بن آنکھوں رو وے ۔ لیکن پھر بھی کہیں گے آفرین ہے اس عورت کو



بادشاہ حقیقی کے خوف سے ، بادشاہ دنیا کو کچھ نه سمجھا ۔ مصیبت نا دیده دیکھی معصیت شنیده سے محفوظ رهی ۔

———

# داستان
## (۱۲)

## اندھا بانٹے ریوڑیاں ٹٹول ٹٹول اپنے ھی کو دے

شہر میں طبعان ظریف المزاج سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے که ایک شخص نابینا جمعرات کو تقسیم ریوڑی کرتا ۔ ٹٹول ٹٹول اپنوں کو دیتا ۔

قضا را قضا نابیناکی آئی ۔

مر گیا وہ مرد اندھا ناگہاں
چھوڑ دنیا کو گیا وہ در زماں

وے ریوڑیں (ریوڑیاں) پھٹکری ھو کر آنکھوں پر بندھ گئیں ۔ کسی مرد بینا نے حال اس کا خواب میں دیکھا ۔

پوچھا ”یه کیا طور ہے؟،،

اس نے کہا ”یه ریوڑی هیں که اپنوں کو دیتا تھا اور بیگانوں کو نه دیتا،، ۔

غیب سے آواز آئی ”یه اندھا قیامت کو بھی اندھا اٹھے گا ۔ اس کی سزا ہے که اندھا بانٹے ریوڑیاں ٹٹول ٹٹول اپنے ھی کو دے ،،

ایک روز شوہر اس بد گوہر کا بادشاہ کی سواری میں شکار کو گیا تھا۔ اس مردار نا کردہ کار کا شکرا شیر ہوا۔ کوٹھے پر چڑھی اور نگاہ اس کی کمند زلف ڈال کر نیچے اتری۔ ایک جوان سیم بر ہاتھ میں تیغ و سپر لئے نظر آیا۔ ؎

اس کا رخسار آفتابی تھا
رنگ چہرے کا پر گلابی تھا

اس زن نے کم زنی سے پکارا ''اے مرد خدا دیکھ ادھر خدا را۔ ؎

پری نے کہا جانے والے میاں
میری بات سن لیجے آ کر یہاں

اٹھائی نظر اس نے اوپر کو جو
نظر آئی کھڑکی میں اک ماہ رو

دل اس کا گیا ہاتھ سے اس گھڑی
کہا کس نے یا رب یہ مورت گھڑی

کواڑ اس نے کھولے وہ گھر میں گیا
گویا مشتری مہ کے بر میں گیا

کیا بند دروازہ اس مرد نے
وہ جا بیٹھا کوٹھے پہ عورت کنے

مرد نے بعد یک ساعت کے کہا ''اے عورت! اگر تیرا شوہر اس وقت آ جاوے بے شک تجھ کو راہ موت کا دکھاوے۔''

اس نے کہا ''میاں ہمارے گھر نہیں۔ ہمیں کسی کا ڈر نہیں''۔



اے ممتاز! بخشش میں اپنے اور بیگانوں کو یکساں جاننا چاہیے۔ جس نے تمیز یگانہ اور بیگانہ کی معنی القاسم فی النّار۔ یعنی بانٹنے والا بیچ دوزخ کے اس پر راست آیا۔ فرد ؎

دے برابر سب کو دینا ہے جو کچھ
اور محشر حق سے لینا ہے جو کچھ

---

## داستان
## (۱۳)

### میاں ہمارے گھر نہیں ہمیں کسی کا ڈر نہیں

خانہ پردازان ظرافت اساس نے بنیاد اس مثل کی زمین لطافت پر اس طرح رکھی ہے کہ کسی شہر میں ایک عورت نوخیز، نو آموز، باحسن گلو سوز اور جمال دل فروز تھی۔ گاہ بگاہ کوٹھے پر بیٹھ کر کھڑکی کھولتی، جس کو جوان حسین دیکھتی، آنکھوں میں تولتی۔ مثنوی ؎

نہیں تھی کھلاڑن پہ سیکھے تھی کھیل
لگاتی تھی چہرے سے ہر دم پھلیل

دم صبح بیٹھے تھی وہ بام پر
رخ اس کا چمکتا تھا مثل سحر

نکلتا کوئی اس طرف سے اگر
وہ کہتی کہ آ جانے والے ادھر

اس عرصے میں سواری بادشاہ کی پھری۔ شوہر اس زن بدگوہر کا بادشاہ کے ساتھ سے الگ ہو کر اپنے گھر آیا اور آواز دی۔

وہ عورت گھبرائی۔ اس سے کوئی بات چلتر کی نہ بن آئی اور کہا ''واہ نصیب! سر منڈاتے ہی اولے پڑے،،۔

اس مرد نے مرد چلتر کیا۔ ڈھال تلوار ہاتھ میں لے کر نیچے اترا۔ کواڑ کھولے۔ وہ سپاہی دہلیز میں آیا اور طپنچہ دکھایا کہ ''اے شخص! تو اس گھر میں کیوں آیا؟ اور کون ہے؟،،۔

اس نے کہا ''میں نوکر ہوں۔ آقا میرا بالا خانہ پر ہے اور میں دہلیز میں کھڑا ہوں،،۔

وہ مرد غصے میں آ کر بالا خانے پر گیا۔ اور یہ مرد دانا وہاں سے پون کی طرح اڑا۔ اس مرد نے تلاش کیا۔ کچھ نشان نہ پایا۔ جانا کہ وہ ہی جل دے گیا۔ عورت کو مارا یا اس نے خدا جانے کیونکر جان بچائی۔

اے ممتاز! بگڑی کا کوئی روا دار نہیں۔ وہ مرد اس عورت کے پاس اچھے وقت میں خوش ہو کر بیٹھا اور بگڑی پر اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا۔

---

## داستان
## (۱۴)
### سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاھے کا

کوتوالان گرد آوری سوار سخن سے اصل مطلب اس تمثیل کا



اس طرح سنا ہے کہ ایک شہر میں ایک شخص بدمعاش، کج تلاش، جنگ جو، فتنہ خو، خون خوار، زناکار، بدمست، شراب خوار، جواری، بازاری لٹورا، چٹورا، مادر آزاد پدر بیزار رہتا تھا۔ چھپی چھپائی شرارتیں وہ بے شرم کرتا۔ اگر کوتوال کو خبر ہوتی مٹھی گرم کرتا۔

اتفاقاً کوتوال سابق معزول ہوا اور ہم زلف اس بد سرشت کا کوتوال ہوا۔ اس پنج عیب شرعی کی خاطر جمع ہوئی کہ چار طرف اپنا عملہ فعلہ ہے۔ جو کوئی ہم سے تین پانچ لگاوے وہ ایک دھول کوتوال کے ہاتھ سے کھاوے۔

اس نابکار نے پہلے سے زیادہ شورہ پشتی اور دھینگا مشتی کی۔

ایک روز کوئی کام اس ناکام سے برا ہوا۔ وہ گرفتار ہو کر محکمہ کوتوالی میں آیا۔ چرخ نے اس کی صورت دیکھ کر چرخ کھایا۔ نظم ؎

سر نہ ٹوٹا ولے ہوا وہ قید　　دام میں آ کے پھنس گیا وہ صید
رات کو اپنے گھر گیا جو عسس　　گھر میں بیٹھا نہ تھا وہ ایک نفس
اس کی جورو نے اور سالی نے　　گوری گوری نے کالی کالی نے
آ کے شحنہ سے یہ کلام کیا　　چھوٹی سالی نے پھر سلام کیا
اپنے ہم زلف کو کیا کیوں قید　　اس کی بر لائے واہ کیا امید
اعتبار اس کو تھا بڑا تیرا　　کوتوالی میں اس کو کیوں گھیرا

کوتوال نے یہ بات سن کر کہا ''تمہارے کہنے سے حد حکومت کی ہاتھ سے دینی خدا کے رو برو رو سیاہ کرنا ہے۔ تم عورتیں ناقص عقل ہو۔ مرنے کو نہیں جانتیں اور ہم جانتے ہیں کہ مرنا ہے،،۔

زن کوتوال نے کہا ''اے شوہر والا گوہر ! سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاھے کا - تیری کوتوالی میں تیرے ہم زلف کی رسوائی ہو تیرے حق میں کیا بھلائی ہو،، -

کوتوال نے کہا ''توبہ کرے پھر کبھی گرد شرارت کے نہ پھرے - قید سے رہائی پاوے،، -

اس نے کہنا کوتوال کا کیا - ترت قید سے رہا ہوا -

اے ممتاز ! اس شخص کوتوال نے کہ ہم زلف اس کا تھا بے توبہ معاف نہ کیا اور قید سے نہ چھوڑا اور جو کوئی تقصیر جناب الٰہی کی کرتا ہے، وہ چاھے کہ بے توبہ کرنے کے معاف ہو، امر محال ہے - مقتضا انسانیت کا وہ ہے کہ جناب الٰہی میں، رجوع ہو کر، بغیر کہے اور سنے کسی کے توبہ کرے تو حق سبحانہ اس سے نہایت خوشنود ہو، اور اس پر کسی کا احسان نہ ہو -

---

## داستان

## (۱۵)

### گڑ کھائے گلگلوں کا پرہیز

افسانہ گویان شیریں زبان سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک ملاں (ملا) بوریائے ریا پر بیٹھ کر دم نصیحت کا بھرتا اور آپ قدم کوچۂ فضیحت میں دھرتا - مسجد سے اٹھتا، چکلے میں بیٹھتا، مردوں میں سر جھکاتا، رنڈیوں میں اینٹھتا -



وہ ناپاک ایک رنڈی بے باک پر مرتا تھا - اس کے محراب ابرو میں سجدہ آرزو سے کرتا تھا - ابیات ؎

اس کی صورت کا تھا وہ دیوانہ
تھا یگانوں سے اپنے بیگانہ
گرچہ صورت میں تھی پری سے بھلی
تھی مگر بد مزاج نخرے جلی
نہیں کاکل ہے سانپ پالا ہے
زلف اس کی نے مار ڈالا ہے
اس کے کندھے پہ زلف غلطاں ہے
شاخ صندل پہ مار پیچاں ہے

نشہ حسن کا اور مستی شراب کی دو بالا رکھتی تھی - جنبش مژگاں سے ایک عالم کو تہ و بالا کرتی تھی - مثنوی ؎

غرور جوانی غرور جمال
کسی پر نہ تھا اس پری کا خیال
معلم کی تھی دوستی جان سے
نکلتی تھی دونوں کی ارمان سے
دو شاخا میاں جی سے اٹھواتی وہ
سہ برگی کا پیوند لگواتی وہ
شب و روز رکھتی معلم کو پاس
وہ پڑھتی زبانی کتاب مساس

ملے دونوں کے ایسے آپس میں دل
ہوئے دونوں کے ایسے ہی بس میں دل

اسے نیند اس بن نہ آتی کبھی
وہ روٹی بھی اس دن نہ کھاتی کبھی

وہ دونو ملے سوتے تھے ایک رات
کسی نے کہا آ کے لو ایک برات

ولے انجمن میں ابھی ناچ ہو
برج راگ ہو یا کہ کھماچ ہو

اٹھی پاس سے اپنے وہ یار کے
چلی آنکھوں میں سرمہ وہ سار کے

کہا یار سے میری پشواز لا
جو ہے ناچ کا اور بھی ساز لا

کہا سن کے ملاں نے او بے حیا
کلام ایسا کرتی ہے کیا ناروا

اکیلی جو کچھ کہتی ہو کرتا ہوں
قدم پر ترے اپنا سر دھرتا ہوں

کوئی دیکھ لے تو کہے کیا مجھے
رہی ہے نہیں پر حیا کچھ تجھے

کہا اس نے دکھلاؤں گی تجھ کو ناچ
جس انداز کا آتا ہے مجھ کو ناچ



جب ملاں (ملا) نے خفا ہو کر کہا ''آج ایسی باتوں میں بڑی تیز ہے - نہیں جانتی ہے تو کہ مجھ کو ناچ دیکھنے کا پرہیز ہے،، -

تب اس رنڈی نے ہنس کر کہا ''واہ تیری قدرت! اچھے ملاہیں - گڑ کھائے اور گلگلوں کا پرہیز کرے - عجب انسانیت ہے کہ آدمیوں سے حجاب آتا ہے اور خدائے تعالی سے کہ وہ حاضر ناظر ہے کچھ شرم نہیں آتی،، -

جب ملاں (ملا) نے رنڈی کی زبان سے یہ کلام سنا عرق شرم میں ڈوب گیا اور خط نسخ کا اس رنڈی کے نام پر کھینچا - زمام الفت اس نابکار بدکار کا پارہ پارہ کیا - شکست بست دل شکستہ کی مطالعہ یاد الٰہی سے تحقیق جانی - ریحان طبیعت کو خط سبز بختی کا دیا - توجہ غبار اپنے پر نستعلیق صلاحیت کا لکھا - حرف تعلیق علاقہ دنیا کا لوجہ اللہ دل سے دھویا - وصل بردار و اصلان حق کا ہوا -

اے ممتاز! جو کوئی اپنی الفت اندازہ سے زیادہ کسی کے ساتھ جتاوے تو آپ اس کی آنکھوں میں حقیر ہوتا ہے - لازم ہے انسان کو عین محبت میں قرینہ ہاتھ سے نہ دے اور جب تلک کلام تلخ معشوق دنیاوی کا شیریں لگے جانئے کاسہ زہر کا لبریز ہے، اور میٹھی بولی محبوب ظاہر کی کڑوی معلوم ہو جانا چاہیے - زہر ندامت کا شہد سلامت کا ہو جیسے وہ ملا ایک بات میں واصلان حق سے ہو گیا -

———

# داستان

## (۱۶)

### بھس میں چنگی ڈال جمالو دور کھڑی

اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے (کہ) دو عورت ہمسایہ باہم ارتباط کمال رکھتی تھیں۔ ایک روز ایک نے ہنستی ہنستی کہا کہ ''آج تیرے خاوند سے ایسی بات کہوں کہ تو روتی روتی مر جاوے''۔

اس عرصے میں اس کا شوہر آیا۔

اس عورت نے ہنس کر کہا ''آج تیری زن کسی مرد بیگانہ سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی تھی''۔

وہ مرد نا عاقبت اندیش پس و پیش نہ سمجھا۔ زد و کشت بے شمار و لت و مشت بسیار کرنے لگا۔

یہ بیچاری روتی تھی اور وہ مفسدہ ہنستی تھی۔

آخر افترا اس عورت کا اس مرد کو معلوم ہوا۔ عذر کرنے لگا۔

اس عورت نے کہا ''حیا گئی ہوئی پھر نہیں آتی''۔

اس مرد نے افترا اس کا تحقیق کیا۔ خوشامد سے زن کو قابو میں لاتا تھا اور عفو خطا اپنی چاہتا تھا۔

اس عورت نے کہا ''میں گھر سے باہر قدم نہیں رکھتی ہوں اور کوئی غیر کفو گھر میں نہیں آتا''۔



اے ممتاز! جو کوئی کسی کے کہنے پر کام کرے اور آپ نہ سمجھے ندامت اٹھاوے۔ لازم ہے انسان کو جو کچھ کسی کا شکوہ کرے اس کے مآل کار کو پہنچے اور دریافت کرے کہ اس کو اس کے ساتھ کیا غرض ہے تب اس کے اوپر عمل کرے، اور نہیں عمل اپنے کو ضائع کرے۔ بیت ؎

سمجھ سے کیجئے جو کام کیجے
کسی کو رنج کچھ ناحق نہ دیجے

---

# داستان

## (۱۷)

### تھوڑا کھانا اور سکھی رہنا

آسودگان ملک ظرافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ کسی شہر میں ایک فقیر دلگیر رہتا تھا اور گدائی کرتا تھا۔ ابیات ؎

نہ تھا اس گدا کو کسی شہ کا غم
نہ گرد آتا غم اس سے سو سو قدم
جو کچھ ملتا کھا لیتا وہ بے نوا
غرض کچھ کسی سے نہ رکھتا ذرا

بادشاہ اس شہر کا بیمار ہوا۔ امید زندگانی کی منقطع ہوئی۔ اولاد نہ رکھتا تھا کہ قائم مقام ہووے۔ وصیتاً کہا ''جو کوئی بعد مرنے

میرے کے صبح دم پہلے اس شہر میں آوے تخت تاج شاہی کا اس کو سزاوار ہو،،۔

قضا را بادشاہ نے وفات پائی۔

اتفاقاً وہ فقیر پہلے شہر میں آیا۔ اراکین دولت اور اساطین مملکت نے اس کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ مصائب گدائی کے آسائش بادشاہی سے بدل ہوئے۔ ابیات ؎

گدائی میں تھا اس کو اک فکر ناں
ہوا بادشاہی میں فکر جہاں
نہ آرام تھا دن کو نہ شب کو خواب
ہوا بادشاہی میں الٹا حساب

ایک رفیق اس کا کہ زمانۂ عسرت میں شریک تھا ایام عشرت میں آیا اور کہا ؎

مبارک باد تخت بادشاہی بحمد اللہ گئے روز تباہی

تب اس بادشاہ نے کہا ’’اے عزیز گدائی میں فارغ البال تھا۔ یہ بادشاہی سرا سر وبال ہے اپنے اعتبار سے یہ معتبر ہے۔ تھوڑا کھانا اور سکھی رہنا۔

اے ممتاز! دنیا میں سوائے بادشاہی کے کوئی امر مباہی نہیں ہے۔ اس فقیر کو تشویش ایک نان کا تھا، فکر جہان کا ہوا۔ سراسیمہ رہنے لگا، اور انتظام امور مملکت کا تدابیر وزرا پر چھوڑا۔ ابیات ؎

جس سے ایک گانو کا نہ ہووے کام
اس کو ہے تخت سلطنت الزام



خلف شہ سے بادشاہی ہو
غیر سے ملک میں تباہی ہو
بچۂ شیر شیر ہوتا ہے
بچہ اشتر کا ہوتا بوتا ہے

لازم ہے انسان کو جو کام کرے بقدر مقدار کے کرے اور جو اندازے سے گزر گیا وہ خراب ہوا۔ فرد ؎

رکھے مد نظر ہر شے کے آئیں
کبوتر سے نہ ہو پرواز شاہیں

---

# داستان

## (۱۸)

## خود را فضیحت دیگراں را نصیحت

ناصحان ملک ظرافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک شخص بدکار کسی رنڈی نابکار سے آشنائی رکھتا اور شب و روز اس کے گھر میں پڑا رہتا۔ مثنوی ؎

وہ رہتا تھا دن رات رنڈی کے گھر
نہ ہوتا جدا اس سے شام و سحر
کسی کا نہ رکھتا تھا وہ کچھ خطر
کہ اپنا لٹاتا تھا وہ سیم و زر
وہ کرتا تھا جو کچھ کہے تھی وہ کام
گویا تھا درم نا خریدہ غلام

هوا ایک ملا کا اس جا گزر
لگا دیکھنے وہ ادھر اور ادھر

پڑی رنڈی پر جب یکا یک نگاہ
لگا دل سے کہنے وهیں واہ واہ

مگر لمبی داڑھی مقطع تھی شان
یہ چاها کہ رنڈی کے چلئے مکاں

ولے دل میں ملا کے کھٹکا ہوا
کہ ھے دوسرا شخص اس پر فدا

کروں اس کے آگے جو اس سے سخن
نہیں اپنا رہتا یہ ملانہ پن

کیا جب یہ ملاں نے دل میں خیال
بنے تو یہاں سے اسے دیجے ٹال

القصہ وہ ملاں اس کے گھر آیا اور اس شخص کو بلا کر سمجھایا۔ جو تقدیر اس کی میں حرام کاری زیادہ تر نہ تھی، کہنا اس کا قبول کیا۔ جو وہ ملاں اسی گھات میں تھا خوش ہوا، اور رنڈی کے گھر گیا ابیات ؎

گیا جب کہ ملا وہ رنڈی کے گھر
دیا خوب سا اس کو خرچی میں زر

کہا جلد اٹھیے نہ کیجے جھمیل
اٹھا کر دو شاخا دیا چٹ دھکیل



اس عرصے میں کہ ملا فارغ البال فعْل شنیعہ سے نہیں ہوا تھا کہ وہ شخص چھپے چھپے اس رنڈی کے گھر میں گیا۔ تب ملا کو رنڈی کے گھر میں دیکھا۔ کہا ”کیا خوب! خود را فضیحت دیگراں را نصیحت،،۔

آخرش اس ملا کے افعال شنیعہ نہ چھپے۔ ایک لمحہ کی بدی نے تمام عمر کی نیکی کھوئی۔

اے ممتاز! اس ملا نے اس شخص کو هدایت کی۔ آپ غوایت میں پڑا۔ جو کچھ پاس اس کے تھا چند روز میں خرچ ہوا۔ تب اس فاحشہ نے اس کو چٹکایا اور کو بلایا۔ لازم ھے انسان کو کہ برا کام نہ کرے اور پاؤں رستہ نکوئی میں دھرے۔ بیت ؎

یہ دل میں ھے جب تک نہ آوے اجل
براہ سعادت چاہوں سر کے بل

---

# داستان

## (۱۹)

### جس کو پیا چاھیں وھی سہاگن

عروسان حجلۂ ظرافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ھے کہ ایک مرد اشراف دو عورت منکوحہ، ایک حسین نوجوان، دوسری بد صورت بے زبان با نیاز رکھتا تھا۔ عورت حسین سے کہ قاعدۂ کلی ھے راضی رضا رہتا اور لگاوٹ کرتا۔ اور بد صورت نیک سیرت کی کبھی بات

نہ پوچھتا اور دل کی رکاوٹ رکھتا ۔ وہ پاس شوہر کے عیش و عشرت میں دن رات رہتی، اور غرور حسن میں اس عورت کو برا بھلا کہتی، اور یہ غمگین ہو کر خون جگر اپنا کھاتی، اور کہنا سننا اس کا سب سنتی نظم ـہ

بری عیب سے تھی نہ تھی پر پری
نہ تھا حسن کچھ بات ہے دوسری

وہ آتی تھی ہر چند خدمت میں آپ
ولے کب وہ کرتا تھا اس سے ملاپ

نہ پوچھے تھا وہ مرد اس زن کی بات
سدا چین کرتا تھا وہ اس کے ساتھ

لکھا اس کی قسمت میں تھا غم سدا
یہ بد صورتی کا بہانا ہوا

غرض یاد شوہر میں دن رات وہ
کسی سے نہ کرتی تھی کچھ بات وہ

وہ رو رو کے کہتی تھی دل میں سدا
ہے اس زندگانی سے مرنا بھلا

القصّہ ایک روز مرد نے عورت حسین بلائی ۔ وہ غرور حسن میں نازاں تھی، نہ آئی ۔ اس وقت مرد سلیم الطبع پر غضب ہوا، اور اس حسین چیں بر جبیں کو خوب سا زد و کوب کیا ۔ اور اس عورت بد صورت نیک



سیرت کو بلایا ۔ چلن اس کا پسند آیا ۔ چھاتی سے لگایا ۔ ہم پہلو بٹھایا ۔

اس وقت اس نے عورت حسین سے کہا ''آسمان کا تھوکا منہ پر پڑتا ہے،، ۔

الغرض اس عورت نے کپڑے رنگین سہاگ کے اتارے ۔

کسی نے پوچھا ''اے نادان ! بارے پیا کی پیاری ! تجھ کو کیا ہوا ہے کہ سبھہ کپڑے ساعت سہاگ کے اتارے،، ۔

تب اس نے کہا ''جس کو پیا چاہے وہی سہاگن،، ۔

اے ممتاز ! اس عورت خوبصورت نے اپنے خاوند سے غرور کیا، پشیمانی اٹھائی ۔ اور اس بد ہیئت نے عجز و نیاز کیا ۔ لذت نعمت دنیوی پائی ۔ فرد ـہ

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

در حالے کہ خاوند مجازی کو عجز اور نیاز اس عورت کا پسند آیا ہے ۔ ایسے ہی اگر جو کوئی عجز اور انکسار درگاہ خاوند حقیقی میں کرے گا نعمت عظمیٰ دولت عقبیٰ سے کب محروم رہے گا ۔ لازم ہے انسان کو کہ عجز و نیاز کرے اور راہ غرور اور پندار میں قدم نہ دھرے بیت ـہ

کیا جس نے دنیا میں آ کر غرور
ہوا وہ پشیمان و نادم ضرور

# داستان

## (۲۰)

## ناچ نہ جانوں آنگن ٹیڑھا

رقاصان محفل ظرافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ کسی شہر میں ایک رنڈی نوجوان کہ حسن میں شہرۂ آفاق تھی، کہیں سے آئی ۔ مشتاقان دیدار طلب اور عشاقان حسن پرست کو شوق دیکھنے اس کے کا ہوا ۔

یگانہ تھی وہ حسن میں بے نظیر    اسے دیکھ زہرہ بھی ہووے حقیر
لگا ہر طرف سے جو رہنے ہجوم    مچی اس کے آنے کی عالم میں دھوم
پڑی جس کی یک بار اس پر نظر    خودی سے گیا اور ہوا بے خبر
خدا جانے کیا تھی وہ چشم بلا    لیا دیکھ جس کو ہوا مبتلا
لگے کہنے ہو متفق یہ سبھی
سنو راگ اور ناچ اس کا کبھی

اتفاقاً ان دنوں میں ایک شخص متمول اور مالدار کی تقریب شادی کی ہوئی اور واسطے تفریح طبع احبا کے تجویز رقص اس رنڈی کی ٹھہری ۔ نظم ۔

ہوے سب خوشی دل میں خُرد و کلاں
کہا رقص دیکھیں گے اب بے گماں
غرض جب کہ تجویز محفل ہوئی
وہ رنڈی بھی اس جا بلائی گئی



وہ ہر چند تھی حسن میں بے بدل
مگر ناچ اور رنگ میں تھا خلل
یہی فکر رنڈی کو آیا نظر
نہ ہے راگ اور تال سر کی خبر
اگر ناچتی ہوں میں اس جا ابھی
ابھی اپنی شیخی یہ کھل جائے گی
جبھی دل میں رنڈی کیا یہ خیال
ہے کیا خوب جو ناچ کی ٹھہرے ٹال
یہ سوچی بہانا کوئی ایسا ہو
کہ تا راز پنہاں یہ افشا نہ ہو

لیکن رنڈی کہ اس وقت مستعد رقص کی ہو گئی تھی، سر دست کوئی بہانا معقول ہو نہ سکا ۔ طبلچی اور سارنگیے کو اشارہ کیا ۔ اس نے طبلہ پھوڑا اور اس نے تار سارنگی کا توڑا ۔ لاچار رنڈی اپنے گھر گئی ۔ ارباب محفل نے خندہ کیا اور کہا کیا خوب! اول بسم اللہ ہی غلط،، ۔

آخرش رنڈی کو دوسرے دن پھر بلایا اور واسطے ناچ کے کہا ۔ لاچار اور بات نہ بنی، پشواز اپنی پہنی جب گت بھرنے لگی ۔ پاؤں ٹیڑھا بانکا ڈالنے لگی ۔ جو کہ واقف کاری اس فن میں رکھتے تھے پوچھا ''یہ کیا بات ہے؟،،

اس نے کہا کہ ''صحن اس مکان کا ٹیڑھا ہے ۔ میں مجبور ہوں،، ۔
اس وقت کسی نے کہا ''کیا خوب! ناچ نہ جانوں آنگن ٹیڑھا ۔،،

الغرض رنڈی ذلیل ہوئی۔ کچھ نہ ملا۔ اپنے گھر گئی۔

اے ممتاز! اس رنڈی نے ناچنا اور گانا کہ جوہر اصلی ان کا ہے غرور حسن میں کچھ نہ سیکھا۔ مفت ذلیل ہوئی۔ ایسے ہی جو کوئی اپنی اصل سے خطا کرے گا، خراب اور پشیمان ہو گا۔ لازم ہے انسان کو کہ جس کام میں باعث بہبودی اپنی کا ہووے اس کو چھوڑ کر اور کام نہ کرے۔ اور جب اس پر خوب حاوی ہو جاوے اور کمال کو پہنچاوے، دوسرے کام میں قدم دھرے۔ بیت ــہ

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی
کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

---

# داستان
## (۲۱)
## نیکی برباد گنہ لازم

نیکو کاران ملک ظرافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک شخص بدکار، ظاہر صاف اور باطن خوار، کسی ساہوکار، اہل دل، کار برار کی دوکان پر گیا، اور بے سرو سامان حال تباہی اور پریشانی اپنی کا چرب زبانی اور شیریں کلامی سے کہنے لگا۔

جب کہ وہ ساہوکار بے کینہ، صاف سینہ، اس کی ابلہ فریبی میں آ گیا تب اس نے زر نقد کچھ بہ طور قرض سودے کے اس سے طلب کیا۔



نظم ــہ

وہ از بس کہ ساہو تھا دل کا دلیر
نہیں قرض دینے میں کرتا تھا دیر

کہا اس نے لے جی جو چاہو سو لو
پتہ ناؤں اور ٹھاؤں اپنے کا دو

بتا جب دیا اس نے اپنا پتا
لیا اس نے اس دم بھی میں کھتا

نہ کچھ اس کی لکّھم پڑھوتم کری
کہا بات ہم دیکھ لیں ہیں کھری

نہ اس کا کوئی اس نے ضامن لیا
لیا جس قدر زر سو اس کو دیا

نہ اندیشہ تھا جب لیا خوب زر
لگا آ کنے وہ ادھر اور ادھر

یہ لے کر ہوئی اس کی نیت بری
اسی شب کہیں اس نے چوری کری

غرض جب چرا کر وہاں سے چلا
گرفتار شحنہ نے اس کو کیا

گیا جب کہ حاکم عدالت کے پاس
نہیں دم میں دم تھا نہ ہوش و حواس

جب کہ حاکم عدالت نے مقدمہ تحقیق کیا، حکم دائم الحبس کا واسطے اس کے دیا۔ چور نے دیکھا کہ اب صورت رہائی کی معلوم نہیں ہوتی۔ اظہار کیا کہ میں گناہگار نہیں ہوں۔ مجھ کو فلانے ساہوکار نے واسطے چوری کے بھیجا تھا۔ اور کچھ زر نقد حق المحنت میں پیشگی دیا تھا۔

اس کی بھی منگائی اور دیکھی۔ تب حاکم عدالت نے طلبی اس ساہوکار کی کری۔ اس وقت ساہوکار عدالت میں آیا اور کہا ”کیا خوب نیکی برباد گنہ لازم۔ میں نے اس کے ساتھ یہ بد سلوک کیا تھا کہ بےجان پہچان کے زر نقد بہ قدر ضرورت اس کے اس کو دیا تھا سو ندامت اٹھائی“۔

جو حاکم عدالت کا بس منصف اور عادل تھا کہنے ساہوکار کے سے یقین ہوا، اور کہنا اس بد کار کا محض طوفان سمجھا۔

تب کسی نے کہا ”سانچ کو آنچ نہیں“۔

آخرش وہ مرد ساہوکار اپنے گھر گیا اور وہ بدمعاش دائم الحبس ہوا۔

اے ممتاز! اس ساہوکار نے اس کے ساتھ سلوک کیا، اور اس بدکار نے جھوٹی بلا میں ساہوکار کو پھنسایا ــ خود گرفتار دام بلا کا ہوا۔ ایسے ہی جو کوئی کسی کے ذمے جھوٹی تہمت رکھے گا۔ آپ تہمت میں گرفتار ہوگا۔ لازم ہے انسان کو کہ کسی کے ساتھ برائی نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے بھلائی کرے۔ بیت ــہ

جہاں تک بنے سب کا کیجئے بھلا
نہ ہوئے گا تیرا کبھی کچھ برا

---



# داستان

## (۲۲)

## مرد کی موت نامرد کے ہات کیا کیا گیدڑ نے شیر کے سات

شیران بیشۂ ظرافت اور شیر مردان ملک لطافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک روز شیر اپنے مکان سے اٹھا، اور تمام جانوران صحرائی کو، اس قدر دغدغہ ہوا گویا ایک ایک کے واسطے قیامت برپا ہوئی۔

الحاصل جب وہ شیر نکلتا سب جانوروں کو موت نظر آتی۔ اس شیر کی بو سے جان جانوروں کی گھبراتی۔

ایک روز گیدڑ نے جنگل کے تمام جانوروں کو جمع کیا اور کہا ”اے بھائیو! جب یہ شیر اپنے مکان سے اٹھ کر باہر آتا ہے، سب جانوروں کی جان پر قیامت لاتا ہے اور ایک کو کھاتا ہے۔ ایسی تجویز کیجئے کہ ایک جانور ہر روز اس کی بھینٹ چڑھا کرے تا اور جانور بیم جان سے نہ مرے“۔ نظم ــہ

ہیں اسی جنگل میں لاکھوں جانور
اور وہاں پہنچے گا اپنے وار پر
سب کے دل سے دغدغہ مٹ جائے گا
وار سر ایک جانور وہ کھائے گا
کہنا گیدڑ کا ہوا سب کو پسند
اور کہا سب نے کہ تو ہے ارجمند

کیا ھی منصوبے کی تو نے کی یہ بات
عقل افلاطوں کی ھے اس جائے مات
شیر سے بھی جا کے یہ ٹھہرائیے
باری باری ایک وحشی کھائیے
کون جاوے پوچھنے اب شیر سے
خوف اس کا ھے بہت شمشیر سے
الغرض گیدڑ کو سب نے یوں کہا
آفریں ھے عقل پر تیری اہا
اے شغال اس شیر تک ٹک جائیے
آپ ھی اس بات پر ٹھہرائیے

القصہ وہ گیدڑ شیر کے پاس گیا اور یہ ماجرا ہو بہو کہا۔

شیر نے سن کر جواب دیا ''''اے شغال! اگر خوراک میری گھر بیٹھے پہنچاتے رہوگے تو مجھے جستجو اور تلاش کرنا کیا ضرور ہے،،۔

گیدڑ نے وعدہ کیا کہ کل ایک جانور خدمت میں حاضر کروں گا۔

گیدڑ مجمع جانوروں میں آیا اور ماجرا وھاں کا کہہ سنایا۔

پھر گیدڑ نے کہا کہ ''کل پہلا دن ہو گا۔ کوئی جانور مقرر ہو کہ وہ شیر کی تواضع کرے،،۔

سب جانور متفق ہوکر کہنے لگے ''اے گیدڑ! پہلا وار آپ کا ہے،،۔



اب گیدڑ اپنی صلاح کئے ہوئے کو کیا کرے۔ چار نا چار قبول کیا۔

اے ممتاز! عقل گوھر شب چراغ ھے اور تمیز انسان کا حیوان سے بھی لعل بے بہا ھے۔ جس کو حق تعالی نے یہ دیا اس کے خانۂ تاریک میں کر دیا دیا۔ لازم ھے انسان کو ہر حال میں عقل ہاتھ سے نہ دے۔ عقل کو ہاتھ سے دینا محض نادانی ھے۔ اور کام عقل سے گزر کے کرنا بہت پشیمانی۔ صحبت عاقل سے مسرور رھے لایعقل سے نفور، بقول حضرت شیخ سعدی شیرازی۔ہ

اگر خصم جان تو عاقل بود    بہ از دوستدارے کہ جاھل بود

---

## داستان

## (۲۳)

### خدمت کرے سو عظمت پاوے

خدمت گزاران ارباب ظرافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ھے کہ ایک شخص بے وسیلہ اور بے کس بادشاہ گیتی پناہ، جم جاہ، انجم سپاہ کی بارگاہ میں ہیچ کمترین ملازمان سلطانی کے نوکر تھا۔ کبھی اس کو باریابی سلام مجرے کی نہیں ہوتی تھی۔ وہ کار متعلقہ اپنے میں مصروف رہتا۔ سب ملازمان سلطانی کی آسودگی معاش سے عیش و عشرت میں گزرتی۔ اور اس بے کس بیچارے کو عسرت معاش سے کبھی بشاشت بھی میسر نہیں ہوتی۔

ایک روز کسی نے کہا کہ ''تو بھی نوکر بادشاہی ہے۔ ہر کام میں چستی اور چالاکی رکھا کر۔ اور خوب سی دولت حاصل کر کے اچھے مال چکھا کر''۔

اس نے جواب دیا کہ ''اے صاحب! حاصل ہونا دولت کا منحصر اوپر چستی اور مردانگی کے نہیں ہے''۔

جب اس شخص نے سنا۔ کہا کہ ''یہ قول درست اور بجا ہے لیکن یہ بھی تو فرمایا ہے ؎

رزق ہر چند بے گماں برسد　　شرط عقل است جستن از در ہا

اے عزیز! جب تک جستجو نہ کرے گا کچھ فائدہ نہ اٹھائے گا''۔

لاچار اس شخص نے کہنا اس کا مانا، اور وزیران عظیم الشان کی چاپلوسی کرنے لگا تا صورت فوائد کی نظر آوے اور اپنے واسطے بہتر ہووے ؎

لگا رہنے خدمت میں ان کی سدا
کہ تا ہووے خدمت سے کچھ فائدا
ہوئے جب کہ آخر کئی سال و ماہ
ہوا باتوں باتوں میں بس وہ تباہ
نظر آئی اس کو نہ شکل فلاح
چلو اپنے گھر اب ہوئی یہ صلاح
کہا جو کہ قسمت میں لکھا نہیں
ملے گا نہیں گرچہ جاؤ کہیں

اتفاقاً وہ شخص پھر ملا اور احوال اس کا پوچھا۔



کہا ''اے دوست! گوشۂ قناعت میں رہنا اور اوپر قسمت اپنی کے شاکر اور صابر ہونا واجب ہے''۔

جب اس شخص نے سنا قائل ہوا اور اپنے گھر گیا۔

کیا کریمی اس پاک بے نیاز کی ہے کہ اسی روز سواری بادشاہ کی واسطے شکار کے متوجہ ہوئی وہ شخص بے کس اپنے مکان پر کھڑا تھا۔ یکا یک نگاہ شاہ کی اس پر پڑ گئی۔ مثنوی ؎

کیا زور قسمت نے اس کی بلا
لیا شہ نے پاس اپنے اس کو بلا
اسی میں ہوا اس کا عزو و قر
ہوا فخر اس کا سبھوں میں مگر
مگر اس پہ کم فہم ہنستے بہم
کہ ہے شہ کی اس پر نگاہ کرم

لیکن وہ شخص کسی کے کہنے پر خیال نہ کرتا اور اعتقاد اپنا اس قول پر راسخ رکھتا ''نہیں حرکت کرتا ہے کوئی ذرہ مگر ساتھ حکم اللہ کے''۔

———

## داستان

## (۲۴)

### جس کا کھائے اس کا گائے

ریزہ چینان خوان بزم ظرافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ جب شاہ ولایت ہندوستان میں آیا، فی الجملہ دہلی میں

تسلط اس کا ہوا - سلطان عہد نے عمداً بسبب پہلوتہی ارا کین سلطنت اور اغماض اعیان مملکت کے چندے گوشہ نشینی اختیار کی اور صلاحاً والی ولایت سے منازعت اور مخاصمت مناسب نہ جان کر دار مدار کی - اگر اولیائے دولت قاہرہ حق نمک فراموش نہ کرتے اور والئی ولایت سے باتوں میں گرم جوش نہ ہوتے، شاہ بہ ایں ابنوہ سپاہ اٹک پر اٹکتا اور دہلی تک ہرگز نہ پھٹکتا -

ایک روز دونوں بادشاہ پہلو پہلو بیٹھے تھے - قرینۂ قران السعدین ظاہر تھا - منشی والی ہند دست بستہ کھڑا تھا - والی ولایت نے پوچھا ''اے منشی ! تعریف ماہر دو بادشاہ بہ عبارت اختصار بکن،، -

منشی نے کہا ''سرت گردم شما مثل بدر و شاہ ما مانند ہلال است،، -

کوئی امیر ہندی کھڑا تھا - اس نے کہا ''جس کا کھائیے اس کا گائیے - افسوس ہے تو نے اپنے بادشاہ کو ہلال کہا اور والی ولایت کو بدر سے نسبت دی،، -

یہ چرچا ہر دو شاہ جہاں بادشاہ نے سنا - پوچھا ''ماجرا کیا ہے؟،،

تب منشی نے بہ آواز بلند کہا کہ ''میں نے اپنے بادشاہ کو حقیقتاً اچھا کہا ہے - لیکن فہمید سب کی جدا جدا ہے - سمجھ میں آوے یا نہ آوے - اور فکر ہر کسی کا علیحدہ علیحدہ ہے - کہے جو چاہے -

والی ولایت نے کہا ''منشیا ! بگو شاہ خود را بر من چہ ترجیح دادۂ کہ ہرگز مکشوف نہ شدہ،، -

منشی نے ہاتھ جان سے دھو کر عرض کیا کہ ''آپ کو بدر سے



نسبت دی ہے - بدر کو روز بروز تنزل ہوتا ہے، اور اپنے بادشاہ کو ہلال سے مناسبت دی ہے - ہلال کو روز بروز ترقی ،، -

والی ولایت سن کر بہت خوش ہوا، اور اس منشی کو خلعت دیا - اور والی ہند عبارت آرائی منشی خاص حضوری سے محظوظ ہوا اور مناصب مضاعف کیا -

جب بادشاہ اپنی ولایت کو گیا اور بادشاہ ہندوستان اپنے ملک پر متسلط ہوا، منشی کو پایہ وزارت کا دیا - نظم ؎

ہو گیا اک بات میں منشی وزیر
کیوں نہ ہووے چاہیئے ایسا دبیر
اس نے رکھا اپنے سلطان کا عروج
دوج میں اس کے نکالی کیا ہی دوج
اور تنزل میں رکھا اس شاہ کو
چودھویں شب ہو تنزل ماہ کو

اے ممتاز ! جو ملازم دانا ہو کسی حال میں حفظ مراتب خاوند کا ہاتھ سے نہ دے - لازم ہے انسان کو دانا سے اختلاط اور نادان سے احتیاط رکھے - فرد ؎

صحبت نادان پر از رنج و بلاست
صحبت دانا مثال کیمیا ست

———

# داستان

## (۲۵)

## اندھوں میں کانا راؤ نا (رانا)

بینایان روشن ضمیر نے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح بیان کیا ھے کہ نیرنگیٔ قدرت قادر بےریو و رنگ سے ایک شہر میں تمام اندھے تھے۔ مگر حکمت الٰہی سے ایک شخص کانا تھا۔ اسی کانے کو مانے تھے کہ اندھوں کا وہ مرشد ھے۔

اتفاقاً اس میں کسی طرف سے ایک آنکھ والا آ نکلا۔

کانے نے اس کو کہا ”اے دو آنکھ“۔

اندھوں نے سنا اور تعجب سے پوچھا ”اے مرد دو آنکھوں والے۔ ہم اندھے ھیں۔ ھمیں کچھ نظر نہیں آتا ھے۔ ایک آنکھ والا ایک کو ایک ھی دیکھتا ھو گا۔ تیری دو آنکھیں ھیں۔ تجھ کو ایک کے دو نظر آتے ھوں گے“۔

وہ مرد بینا نا بینا کی باتوں سے عبرت گزیں ھوا، اور شکر خدا کا بجا لایا کہ واجب الوجود نے آنکھوں سی نعمت وجود انسان میں دی ھے۔ اس کا شکر کہاں تک بجا لائیے۔

ہر چند دو آنکھوں والا اندھوں کو سمجھاتا تھا کہ دو آنکھیں مساوی الضیا ھیں ایک وھی نظر آتا ھے، اور دونوں سے وھی دیکھتا ھے۔ یہ تمہارا خیال خام ھے کہ دو آنکھوں والوں کو احولا نہ دو چند نظر آوے۔



وہ اندھے اسی میں تعجب رکھتے تھے۔ تب اس بینائے دیدہ ور نے جانا کہ یہ نابینا نادان بھی ھیں۔

غرض ایک ایک اندھا اس آنکھوں والے سے حال بینائی کا پوچھتا تھا، اور وہ بتاتا تھا، اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔

دو آنکھوں والا لاچار ھوا اور یہ کہتا ھوا چلا۔ اندھوں میں کانا رانا،

اے ممتاز! روز ازل سے جس کو حظ نعمت نہیں پہنچے ھے وہ اس کی لذت سے بالکل محروم ھے، اور اصلاً اس کی کیفیت سے وہ واقف نہیں۔ لازم ھے انسان کو حال عقبیٰ سنتا رھے۔ مبادا خوف روز حساب کا دل سے بھول جاوے اور روز حساب کے حساب دینا مشکل پڑے ؎

از مرگ و از قیامت و از گور یاد کن
وقتے کہ بشنوی کہ فلاں در جہان نماند

نظم :

جو ھو یا نہ ھو چشم ظاھر بھلا
ولے چاھیے دیدہ دل کا کھلا
اگر دل میں یاد الٰہی رھے
کبھی کوئی اس کو نہ اندھا کہے
نہ سوجھے جسے جلوۂ نور حق
نہ آنکھوں میں ھو سرمۂ طور حق
جو چشم خدا بیں نہ کوئی رکھے
کہاں مردموں میں نکوئی رکھے

———

# داستان

## (۲٦)

### جیسا دیس ویسا بھیس

سرود سرایان دیس ظرافت سے اور دریوزہ گران بھیس لطافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک طالب علم صاحب علم، شریف الذات، لطیف الصفات، کسی شہر میں رہتا تھا ۔ صیغہ علم کا میراث اپنی سمجھ کر یک نحو صرف اوقات لہو و لعب میں نہیں کرتا ۔ منطق شیریں اور کلام نمکیں رکھتا تھا ۔ ہر علم میں یگانہ اور ہر فضل میں یکتائے زمانہ ۔ صدرا لوح سینے پر مسطور، سّلم پایہ نرد بان مرد با شعور، حدیقہ اس کی خاطر شگفتہ، جام جم دل دانائے راز نہفتہ بیت ؎

برنگ طوطئی شیریں زبان تھا
عجائب مرد دانا خوش بیان تھا

ناگاہ اس طالب علم کو اتفاق سفر کا پڑا ۔ وہ مرد با خدا عازم سیاحت ہوا ۔ نظم ؎

نہ شاگرد ساتھ اپنے کوئی لیا
ارادہ سفر کا جریدہ کیا
نہ اسباب کا اس کنے تھا حسب
فقط ایک عصا اور چندے کتب
چلا جاتا تھا راہزن مل گئے
وہ قزاق دور از وطن مل گئے



وہ دھاڑی بھی لیکن مسلمان تھے
اگر چند پوشش میں دھقان تھے
جو دیکھا اسے یہ مسلمان ہے
بغل میں کتب یا کہ قرآن ہے
کہا او میاں ہم نے چھوڑا تجھے
بہت دکھ دیا اور نہ تھوڑا تجھے
ملیں گے کئی تجھ کو دھاڑی کئی
لئے لوٹ انھوں نے اگاڑی کئی
اگاڑی یہاں سے سنبھل جائیو
ذرا بھیس اپنا بدل جائیو

جب اس طالب علم نے جانا کہ لباس طالب علمانہ کہیں لٹاوے گا اور مقابلہ کیجئے گا تو سر کٹاوے گا، آڑ بند کھینچا اور گاتی باندھی، جوتا چڑھایا اور لٹھ کندھے دھرا، اور یہ شعر پڑھا ۔ فرد ؎

ھوش مندے کہ بہ ھنگامۂ مستان افتد
مصلحت نیست کہ ھشیار نماید خود را

وہ طالب علم اسی بھیس میں دیس بدیس چلا گیا ۔ کوئی اس کا مزاحم نہ ہوا ۔ رفتہ رفتہ وہاں پہنچا کہ جہاں اس کو جانا تھا ۔ مطلوب سے ملا ۔ اس نے پوچھا ’’الحمد للہ خیر و عافیت سے یہاں تک پہنچے اور اسباب جان سلامت لائے، اور اثنائے راہ میں کسی راہزن سے دو چار نہ ہوئے،، ۔

تب اس نے کہا ''راہ میں بہت راہزن اور قزاق ملے۔ یہ بھیس اپنا بدرقہ ہوا۔ کسی نے نہ لوٹا، نہ سرقہ کیا۔

تب اس نے کہا ''ارے جیسا دیس ویسا بھیس،،۔

اے ممتاز! اس نے رنگ میں رنگ ملایا تو کہیں دھوکا نہ کھایا۔ لازم ہے انسان کو صلحا کا بھیس کرلے تو سیدھے رستے جنت میں پہنچے۔ کوئی راہ میں مزاحم نہ ہووے۔ جیسے اس طالب علم کو دھاڑیوں نے اپنے بھیس کا جان کر کچھ نہ کہا۔ بیت:ـ

کبوتر با کبوتر باز با باز
کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

———

# داستان

## (۲۷)

## من بھاتا کھائیے جگ بھاتا پہنیے

ظریفان خوش خوراک اور حریفان دلکش پوشاک سے اصل مطالب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک شخص بخیل دخل کثیر اور خرچ قلیل رکھتا تھا —— وہ بخیل کبھی خاصہ نہ کھاتا اور اچھا نہ پہرتا۔ پیسے کو ہاتھ سے مل مل کر دھرتا۔

کسی نے کہا ''اے مرد! من بھاتا کھائیے اور جگ بھاتا پہنیے۔ تو نے کیا دیوالا نکالا۔ نہ کھانا نہ پہرنا اور جوڑ جوڑ کر دھرنا،،۔



اس نے کہا ''عمل اپنا اس پر ہے کہ 'کھاؤ تم اور پیو تم، اور زیادہ خرچ نہ کرو تم، ۔،،

اس نے کہا اسی آیت پر عمل کر کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو منع نہیں کیا ہے۔ زیادہ خرچ کرنے کو ممانعت ہے۔ پس زیادہ خرچ نہ کر،،۔

اس بخیل نے کہا ''پیسہ جمع کیا ہوا خرچ ہو جاوے تو پھر جمع نہیں ہوتا ہے اور اس پیسے کو احمق کھوتا ہے،،۔

ناگاہ اس بخیل کو بیماری لاحق ہوئی۔ بے ہوشی طاری اور بے خبری ساری۔ جو کچھ مال و اسباب اس کا تھا اس کو بیٹوں نے تقسیم کر لیا۔

ایک غلام اس کی خدمت میں رہتا تھا۔ اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ خدمت سے پہلو تہی کرنے لگا۔

اس نے گالیاں دے کر کہا '' خدمت میری کیوں نہیں کرتا،،۔

اس نے کہا ''مال تو بیٹوں نے لیا اور میں نے کام گالیوں کا کیا،،۔

ہر چند اس مالک نے مملوک سے دھمکا کر چند روز کام لیا۔ کس واسطے کہ وہ زبردست تھا، اور یہ زیر دست۔ اور کچھ بقیہ مال کا بھی پاس اس کے تھا۔ زبردست اس غلام سے خدمت لیتا —— اور وہ مملوک مالک کی خدمت کرتا رہا۔ شدہ شدہ کچھ جو متاع اس بخیل کے پاس تھی خرچ ہو گئی۔

جب وہ غلام خاوند کو چھوڑ کر اٹھ گیا، وہ بخیل اکیلا پاؤں پیٹ کر مر رہا، اور کسی نے یوں نہ کہا کہ یہ کون تھا۔

اے ممتاز! دنیا کے آنے کا یہی مزہ ہے کچھ کھاوے کچھ پہنے کچھ دیوے کچھ دلاوے۔ اس کا نتیجہ جناب باری تعالیٰ سے بخوبی پاوے۔ ورنہ اس بخیل کی طرح مال اپنا لٹا کر بھوکا مرے۔ لازم ہے انسان کو دنیا میں آ کر ایسا کام کرے جو سب کے پسندیدہ ہو۔

دوہرہ ؎

جو تو آیا جگت میں جگت ہنسے تو روئے
ایسی کرنی کر چلو پھیر ہنسے نا کوئے

---

## داستان

## (۲۸)

### جس کی لاٹھی اس کی بھینس

لٹھ باز کھنڈر ظرافت سے اصل مطلب اس ضرب المثل کا اس طرح کہتے ہیں کہ ایک چرواہا جنگل میں بھینسیں چراتا تھا لیکن ہاتھ میں لاٹھی لکڑی جیسے قاعدہ گوالوں کا ہے نہ رکھتا تھا۔ نظم ؎

نہ لاٹھی رکھے گوالیا ہاتھ میں
رہے چور اس کی سدا گھات میں
سپاہی نہ ہتھیار رکھے اگر
پڑے کام تو مارے کیا اپنے سر
دوات و قلم گر نہ رکھے دبیر
نکالے کہو ہاتھ سے کیا لکیر
جو حربہ نہ رکھے کوئی اپنے پاس
اسے کام کے وقت ہوتی ہے یاس

اتفاقاً ایک لٹھ باز لٹھ ہاتھ میں لئے ہوئے اس جنگل میں آیا۔ گوالیا اس کی صورت دیکھ کر گھبرایا۔ اس لٹھ باز نے بھینسیں آگے



دھریں اور گوالے کو دھمکایا۔

جو گھبراتا اس سے نہ بنتا ہے کام
یہ نکتہ ہے سمجھو اسے لاکلام
سپاہی جو پوچھو تو اوسان ہے
یہ نکتہ سمجھ لے جو انسان ہے
نہ گھبراتا گر اس جگہ گوالیا
نہیں دیتا ایک بھینس گھر کھالیا
گیا گاؤں میں گوالیا پیٹتا
وہ لٹھمار دھن لے گیا پیٹتا

گاؤں سے پکار نکلی اور پیچھے گئی۔ ایک بھینس ہاتھ نہ آئی۔ کسی نے کہا "اے نادانو! اتنی بھینسیں ایک گوالیا چراوے اور ہاتھ میں لاٹھی اور لکڑی بھی نہ رکھے۔ یہی دیس کا دیکھا بھیس۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔

اے ممتاز! بے خبر رہنا اور سلاح نہ رکھنا اپنا مال بیگانے کو دینا ہے۔ دنیا میں غافل رہنا نہ چاہیے کہ شیطان سا قزاق در پے ہے۔

---

## داستان

## (۲۹)

### دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

حریف گھاٹ گھاٹ کے پانی پینے والے اصل مطلب اس ضرب المثل کا اس طرح کہتے ہیں کہ دو سگ آپس میں سگے بھائی تھے۔ ایک کو

دھوبی لے گیا اور ایک کو قصاب۔

جب وہ دونوں پلے پلے اور دونوں دھوبی اور قصائی سے ملے۔ اکثر دھوبی کا کتا قصائی کے کتے سے ملنے جاتا اور قصائی کا کتا دھوبی کے گھر جاتا وہ کتا کبھی نہ پاتا۔ ابیات

سگ قصاب گوشت کھاتا تھا
سگ گاذر نہ ٹکڑا پاتا تھا

اس کو ایک جا قیام تھا دن رات
وہ سدا دھوبی کے پھرے تھا ساتھ

ایک روز قصاب کے کتے نے پوچھا ''دھوبی کا کتا کہاں رہتا ہے؟''۔

کسی نے کہا ''دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا''۔

تب اس کتے نے پوچھا کہ ''اس کا مطلب کیا ہے؟''۔

اس نے کہا ''دھوبی دن کو گھاٹ پر رہتا ہے، اور رات کو کھاٹ پر۔ وہ کتا دھوبی کے پاس ہوتا ہے۔ دھوبی کپڑے دھوتا ہے یا سوتا ہے''۔

تب اس کتے نے کہا ''حق رفاقت کا یہی ہے''۔

رفتہ رفتہ اس کتے کا میل حیوانی دھویا گیا۔ بیت ؎

سگ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت، مردم شد



اے ممتاز! دوئی چھوڑ کر یک رنگ ہو جانا یگانۂ مطلق کو خوشنود کرنا ہے۔ کتے نے دھوبی سے مطلب رکھا صابن میل کٹ گیا۔ لازم ہے انسان کو کہ جس سے مطلب ہے اسی کا ہو رہے اور گھر گھر نہ بھٹکے۔!

———

# داستان

## (۳۰)

## دائی کے آگے پیٹ چھپانا

دایگان ظرافت انگیز و مشاطگان لطافت آمیز سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک رانڈ کے کوئی سانڈ لگ گیا۔ نخل میوہ کے میوہ لگا۔

اس زن بے شوہر نے کسی سے یہ بھید نہ کہا اور یہ سوچ دل ہی دل میں رہا۔ اگر دانا ہوتی دایہ کو پیٹ دکھاتی اور دایہ سے پیٹ نہ چھپاتی۔ پیٹ کے آزار سے نجات پاتی۔ فرد ؎

پھولا پیٹ اور ابھری چھاتی
پلّا ڈال کر یوں ہی چھپاتی

ایک دایہ نے کہا ''اری بوا! تجھے کیا ہوا؟۔ دن دن تیرا پیٹ بڑھے ہے''۔

اس نے کہا ''ہمارے جلندھر ہو گئی ہے''۔

جب دایہ نے کہا ''ذرا پیٹ دکھانا''۔

اس نے پیٹ دکھانے میں تامل کیا۔

تب دایہ نے کہا ''دایہ سے پیٹ چھپانا نہ چاہیے''۔

آخر اس بیوہ نے پیٹ دکھایا اور سارا ماجرا سنایا۔

دایہ نے اس کے پیٹ سے وہ بلا نکال دی۔ اس عورت کا پردہ فاش ہوتا ہوا بچ گیا۔

اے ممتاز! جو کوئی عیب اپنا جب تک کسی کے روبرو نہ کہے وہ عیب ہنر نہ ہووے۔ لازم ہے انسان اپنا عیب نہ چھپاوے۔ جب اس کو بات ہنر کی آوے۔ بیت ؎

عیب رخ کا دیکھنے والا جو ہووے آئینہ
عیب سب رخسار کے ایک پل میں کھووے آئینہ

---

# داستان

## (۳۱)

### یار کی یاری سے کام یار کے فعلوں سے کیا کام

یاران ظرافت آمیز اور حریفان رفاقت انگیز سے اصل مطالب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ کسی جگہ دو جوان خوبصورت آپس میں رشتہ محبت اور اخلاص کا مضبوط اور حرف خلّت اور وداد کا مربوط رکھتے۔ مفارقت ایک دم کی گوارا نہ تھی۔ یک جا بیٹھتے اور خوش رہتے ؎

رہیں خوش بھی آپس میں وہ دونوں یار
نہیں غم تھا ان کو کہ تھے غم گسار
نہ فکر معیشت تھا ان کو ذرا
کہ تھا پیٹ دولت سے ان کا بھرا



کبھی ان میں ایک دن جدائی نہ ہو
وہ باطن میں تھے ایک ظاہر میں دو
کہیں تھے انہیں دیکھ سب واہ واہ
کہ ہیں دونو یہ تو گویا مہر و ماہ
ہوئی دوستی ان کی جب مشتہر
لگا رہنے چرچا یہی گھر بہ گھر
لگے کہنے اک دن جو وہ دونوں یار
چلا چاہیئے کرنے سیر و شکار
نہ کچھ زاد راہ ساتھ اپنے لیا
اسی دن سفر کا ارادہ کیا

جب کہ دونوں یار وفادار جنگل بیابان میں پہنچے۔ کچھ سیر نہ دیکھی اور شکار ہاتھ نہ لگے۔ جو خرچ ان کے پاس نہ تھا بھوکے رہنا پڑا۔ صلاح کری کہ اب خالی ہاتھوں الٹے چلنا مناسب نہیں ہے۔ آؤ کہیں چلیں اور روزگار کریں۔ الغرض رفتہ رفتہ وہ دونوں شخص کسی شہر غدار میں گئے اور جابہ جا تلاش روزگار پھرنے لگے۔ ابیات ؎

جو قسمت میں ان کی لکھا تھا نہیں
نہ نوکر ہوئے وہ تو یارو کہیں
ہوئے جب بہت سے پریشان حال
کیا ایک نے اپنے دل میں خیال
کہا اس جگہ اپنا کوئی نہیں
کروں گا میں اے یار چوری کہیں

جب اس دوسرے نے کہا کہ ''اے دوست دلنواز ! یہ سمجھ چوری کی اچھی نہیں ہے۔ نا حق کہیں گرفتار ہو گا۔ کچھ فائدہ نہ اٹھاوے گا''۔

اس شخص نے اس کا کہنا نہ مانا۔

تب اس نے کہا کہ ''حضرت شیخ نے سچ فرمایا ہے۔

پرتو نیکاں نہ گیرد ہر کہ بنیادش بد است
تربیت نا اہل را چوں گردگاں بر گنبد است

آخرش اس مرد نے چوری کی۔ گرفتار ہوا۔

کوئی شخص وطن دار ان کا آ نکلا کہا ''اے صاحب ! درمیان تمہارے اس قدر دوستی۔ حیف کہ یار تمہارا گرفتار ہوا اور تم نے اس کے حق میں کوشش نہ کری''۔

تب اس نے کہا کہ ''یار کی یاری سے کام یار کے فعلوں سے کیا کام''۔

اتفاقاً بعد چند روز کے وہ شخص کہ توکل علی اللہ پر بیٹھا تھا کسی جگہ نوکر ہوا، اور بخوبی گزر اوقات کرنے لگا۔

اے ممتاز ! وہ شخص کہنے اس نیک نیت کے سے باز نہ آیا۔ دام بلا میں گرفتار ہوا۔ اور وہ شخص کہ متوکل تھا رہبر روز گار ہوا۔ ایسے ہی جو کوئی کام بد کرے گا گرفتار ہو گا۔ اور جو ذات پاک اس خدا کی بر حق سمجھ کر گوشۂ قناعت میں بیٹھے گا، روز قیامت کے ثمرہ نیک اٹھاوے گا۔ لازم ہے انسان کو برے فعلوں سے بچتا رہے اور اس پاک



بے نیاز کے نام پر متوکل رہے۔ بیت

خدا کے نام پر کیجیے توکل　　بنے خار بیاباں تجھ پہ جوں گل

# داستان

## (۳۲)

### پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل

عالمان ظرافت اندیش اور فاضلان لطافت کیش سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک کم ظرف نے تحصیل کرنا علم فارسی کا اختیار کیا۔ پیشہ اپنا چھوڑ دیا۔ ایک عمر اس نحو میں صرف کی۔ کچھ حاصل نہ ہوا۔ تضیع اوقات اس کی ہوئی۔ مگر وہ کم ظرف کہ حرف شناس ہو گیا تھا آپ کو اہل علم سمجھنے لگا۔ نظم

تکبر جو کم ظرف کو یہ ہوا
کہ اب علم میں نے بخوبی پڑھا
لگا کہنے سب سے کہ عالم ہوں میں
کوئی مسئلہ اب سنا دوں تمہیں
غرض مدرسے میں وہ جا بیٹھتا
رہے تھا سبھوں سے مگر اینٹھتا
کسی ایک جاہل نے اک دن کہا
بتا دے میاں مسئلہ ہے یہ کیا

لگا کھول کر پڑھنے جب وہ کتاب
نہ آیا جو پوچھا تھا اس کا جواب
کہا طفل مکتب ہو تم اے عزیز
نہ ہے صحبت عالموں کی تمیز
پڑھے چندے جا کر کوئی تم کتاب
تو پھر آ کے دینا ہمیں تم جواب

القصہ وہ شخص وہاں سے تکرار کر کے اپنے گھر آیا اور کہا کہ ''اس جگہ اہل علم اپنے سے عداوت کرتے ہیں۔ جستجو وجہ معاش کی یہاں نہیں ہو سکتی۔ ؎

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش
بیروں کشیدہ باید ازیں ورطہ رخت خویش

آخرش وہ شخص اپنے گھر سے کتاب بغل میں لے کر، اور عصا ہاتھ میں پکڑ کر چلا اور کسی گاؤں میں کہ وہاں کوئی عالم اور فاضل نہ تھا ایک مسجد میں بیٹھ کر مسئلہ مسائل پڑھنے لگا۔ سچ کہا ہے جہاں درخت نہیں وہاں ارنڈ ہے۔

سب آدمی گاؤں کے اس کے پاس رجوع لائے اور مرید ہوئے۔

الغرض وہ شخص اس جگہ لڑکے پڑھانے لگا۔ اور نام اپنا محمد فاضل بیان کیا۔ چند مدت گزری۔ اتفاقاً ایک عالم فاضل با کمال اس گاؤں میں آیا اور سب مسلمانوں کو ہدایت کرنے لگا۔

جب اس کے مریدوں نے اس عالم سے حال اپنے مرشد کا کہا،



اس کو شوق ملاقات اس کی کا ہوا۔ صبح ہی اس نے کسی کو ساتھ اپنے نہ لیا اور واسطے ملاقات اس عالم کے گیا۔

اس عالم نے بہت سی تعظیم و تکریم کر کے بغل گیر ہوا مگر کچھ گفتگو علم کی درمیان میں نہ آئی۔ وہ فاضل اپنے دل میں خوش ہوا۔

آخرش اس عالم نو آمد نے اس سے پوچھا کہ ''آپ نے تحصیل علم کہاں تک کیا ہے؟ بیان کرو!''

اس نے یہ شعر اس کے رو بہ رو پڑھا۔ شعر ؎

ثنائے خود بخود گفتن نہ می زیبد کہ اے عاقل
چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

اگر کوئی اور اپنی زبان سے کہے مضائقہ نہیں ہے۔ میں حال اپنا بیان نہیں کر سکتا۔ اس شخص نو آمد نے اپنے دل میں کہا کہ ''اس کو کچھ نہیں آتا ورنہ بیان علم میں کیا شرم تھی''۔

اس وقت اس نے یہ کہا ''واہ میاں! پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل''

جب مریدوں نے یہ کلام اس کی زبان سے سنا اس شخص کو جواب دیا اور اپنے گاؤں سے روانہ کیا۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے ؎

میاموز جز علم گر عاقلی    کہ بے علم بودن بود غافلی

اے ممتاز! اگر اس شخص نے اپنا پیشہ ترک کر کے تحصیل کرنا علم کا اختیار کیا کچھ علم بھی نہ سیکھا اور پیشہ اپنا ہاتھ سے دیا اور مطعون خلائق ہوا۔ اگر تحصیل علم کہ دولت عظمیٰ ہے کر لیتا،

مضائقه نه تها که ثانی الحال بے وقوفی ثابت نه هوتی، اور ان دهقانوں کے هاتھ سے ذلیل اور خراب نه هوتا۔ ایسے هی جو کوئی اپنا جوهر چھوڑ کر کے اور پیشه اختیار کرے گا، ندامت اٹھاوے گا۔ لازم هے انسان کو که پیشه اپنا ترک نه کرے اور کمال پیدا کرے۔ فرد ؎

نه چھوڑے کوئی اپنا پیشه کبھی　رهیں کسب پر اپنے اپنے سبھی

———

# داستان

## (۳۳)

## نادان کی دوستی جی کا نقصان

دوستان ظرافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا هے که ایک شخص نے بوزنه کو پالا۔ جیسی تعلیم انسان کو کرتے هیں اس حیوان کی تعلیم میں عمر ضائع کری۔ ابیات ؎

جانور کا پالنا بھی جانور کا کام هے
حق نے فرمایا انهوں کے حق میں کالا نعام هے
جانور پالے تو پالے اشهب صحرا نورد
هو نهیں باد صبا بھی جس کے مار و گرد گرد

شده شده وه بوزنه تمام کام انسان کا کرنے لگا۔ مملوک اس مالک کا هوا ؎

کبھی پاؤں اس کے دباتا رهے
کبھی اس کو پنکھا هلاتا رهے



کبھی کھیلے شطرنج چوسر کبھی
چلے ساتھ اس کے هو نوکر کبھی
بناتا رهے اس کے سب کار و بار
وه بندر نه تها بلکه انسان شعار
ولے جانور هو سو هو جانور
نه هو عقل مانند انسان مگر

ایک روز کا طرفه ماجرا هے که مالک میموں کے ایام نا میموں آئے که وه مانند بخت خفته اپنے کے سو گیا، اور میموں اس کی بالیں پر بیٹھ کر مگس رانی کرنے لگا۔

ایک مگس بے حیا نے اسی قدر هٹ کی که اڑانے میموں کے سے اڑتی اور پھر منه پر آ بیٹھتی۔ چند بار یهی وضع رهی۔ آخر میموں کو خیال گزرا که اس مگس کو مارا چاهئے۔ ایک پتھر گراں سنگ اٹھا لایا۔ اور وه مکھی منه پر بیٹھی تھی۔ پتھر به زور تمام مکھی پر مارا۔ مکھی اڑ گئی اور سر اس مالک کا پھوٹ گیا۔ اسی دم دم مستعار قاضی اجل کو سونپا ؎

مالک میموں کا دم اس دم گیا　پھوٹ سر مانند جام جم گیا

کوئی شخص یه معامله دیکھتا تها۔ اس نے کها ''نادان کی دوستی جی کا نقصان،،۔

اے ممتاز! صحبت دانا میں دانائی بڑھتی هے اور نادان کے ملنے سے عمر گھٹتی هے۔ لازم هے انسان کو آپ سے بھلے کی صحبت

میں رہے ۔ کلام دانا کا سنے اور کچھ کہے سہ

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

---

## داستان

### (۳۴)

### بھولا پھرے کسان کاتک مانگے مینہ

دھقان ظرافت کشت نے تخم مطلب اس تمثیل کا مزرع خاطر عوام و خواص میں اس طرح بویا ہے کہ اساڑھ ساون میں بارش خاطر خواہ ہوئی، اور زمینداروں نے تردد کر کے کھیتی خاطر خواہ بوئی ۔ نظم سہ

لگا آساڑھ برکھا کی جھڑی تھی
بھرن مینہ کی ایک عالم میں پڑی تھی
ہر اک جنگل میں پانی ھی بھرا تھا
تمامی کشت اور صحرا ھرا تھا
نہ رکھتا فکر کچھ شیخ و برھمن
تردد تھا زمینداروں کو لیکن
تردد میں خوشی دھقاں کو ھووے
کہ وہ سو سو طرح کا بیج بووے
ھوئی ساون میں بھی ایسی ھی برکھا
کہیں مینہ کی نہ تھی ساون میں ڈرکھا



جو بجلی برقعۂ بدلی سے جھانکی
بہ دامانِ فلک گوٹا سا ٹانکی
بھرے پانی نے سب تال اور تلیا
کوئی گاوے ملار اور کوئی الّیا
جرت کھیتوں میں بوتے تھے دھاقیں
بجرآت قلبہ جوتے تھے دھاقیں
گیا ساون گزر اور آیا بھادوں
نہ تھا مینہ کیوں نہ میں آنسو بہا دوں
ھوا امساک باراں آہ ایسا
یہ بھادوں میں ہے سوکھا گھاس کیسا
لگی سب سوکھنے کھیتی جہاں کی
ھوئی ہے آہ مرضی کیا میاں کی
جنوبی یوں کتھیائی چلے تھی
ھر ایک کھیتوں میں سب کھیتی جلے تھی
گنواروں کو نہ ملتا تھا گوار اب
پڑے زر دار کھاتے تھے جوار اب
اک عالم روئے سوئے آسماں تھا
بہ جز مرضی خدا کی مینہ کہاں تھا
کوئی کہتا تھا مینہ برسا الٰہی
ھمیں پانی کو مت ترسا الٰہی

جو بھادوں میں اگر برکھا نہ هووے
جہاں رو رو کے اپنی جان کھووے
نہ رووِیں ابر کی آنکھیں جہاں میں
هنسی آتی هے پھر کس کے دھاں میں
نہ رویا آسماں سے ابر کالا
لیا مرنے کا عالم نے سنبھالا
کھڑا تھا کھیت میں دهقان لئے لٹھ
سنیں عمر رکھتا تھا وہ یک سٹھ
کہے تھا مینہ برسا دے الٰہی
و گرنہ خلق کی هوگی تباهی
کہوں کیا هائے میں قسمت کی خوبی
جہاں کی ناؤ بن پانی هی ڈوبی
کہے تھا پھر یہی رو رو وہ دهقان
الٰہی حکم کرتا هووے باراں
مکرر اور سہ کرر تھا زباں پر
الٰہی پانی سے جنگل کو دے بھر
هری کر دے جو یہ کھیتی هے سوکھی
ملے روٹی مجھے تو روکھی سوکھی
اگر پانی نہ برسایا خدایا
تو پھر آنکھوں میں دم هے میرا آیا



مرے گا ایک جہاں جیوے نہ کوئی
جو پانی مینہ کا پیوے نہ کوئی
کوئی اس کھیت کے آیا کنارے
کہا یہ مرد کیوں اتنا پکارے
پھرے کاتک میں بھولا مرد دهقاں
جو مانگے هے خدا سے ابر باراں
کہا اس نے میاں همت نہ توڑو
خدا کی آس تم هرگز نہ چھوڑو
وہ برساوے هے برساوے مرا رب
وہ بھولے اپنے بندوں کو بھلا کب
پسند آیا خدا کو یہ عقیدہ
یہ هے بے چارہ پانی کا ندیدہ
هوا حکم خدائے جن و انساں
اس عالم میں هوایک لخت باراں
هوئی آمیں امیں کا مینہ جو برسا
کوئی عالم میں پانی کو نہ ترسا
کروں تعریف کیا رب العلیٰ کی
اسی کو هے خبر شاہ و گدا کی

اے ممتاز! جو اعتقاد خدا سے رکھے کبھی مطاب اس کا گم نہ هووے - لازم هے انسان کو خدا سے سُست اعتقاد نہ هو- کہ اس نے خود

فرمایا ہے لا تقنطو من رحمة اللہ - یعنی نہ ہونا نا امید رحمت خدا سے - بیت ہے

خدا دریائے رحمت بے گماں ہے
اسی کا فضل سب پر جاوداں ہے

———

# داستان

## (۳۵)

## کاٹ کی ھنڈیا نہیں چڑھتی ھے پیارے بار بار

کاٹ کی ھنڈیا نہیں چڑھتی ھے پیارے بار بار
اس مثل کا اصل مطلب یوں ھے سن اے ھوشیار
ایک ساھوکار سے ایک شخص نے آ کر کہا
بیاہ تھا بیٹے کا میرے لیک بن پیسے رہا
میری اور تیری ھے لڑکائی سے یاری ساہ جی
کام آ کر اب پڑا ھے مجھ کو بھاری ساہ جی
قرض اپنی مہربانی سے مجھے دلوائیے
سود ساھوکاری کا اے ساہ جی لکھوائیے
وعدہ جو مہری تمسک میں لکھوں گا ھاتھ سے
ھووے گا ووھی وفا، پھرنا نہ ھو گا بات سے
قرض رھنے کا نہیں پر بات یہ رہ جائے گی
اور نہ بھولوں گا کبھی احسان ترا اے ساہ جی



ساہ نے اس سے کہا لے بول دے لیتا ھے کیا
سود بھی تو آپ ھی کہہ دے بھلا دیتا ھے کیا
کہہ اٹھا وہ مرد لوں گا روپیہ میں پان سے
میں سناؤں گا نہ دیتے وقت کانوں کان سے
فی صدی ایک روپیہ دوں گا اجی میں سود بھی
تم کہو تو ساہ جی کر دوں گا کچھ افزود بھی
ساہ کچھ بولا نہیں کہنا کیا اس یار کا
روپیہ پاں صد دیئے کر وعدہ ماہ چار کا
بیاج لکھوایا وھی جو کچھ کہا اس یار نے
کیا سلوک اس پر کیا ھے دیکھو ساھوکار نے
لے گیا وہ زر کا توڑا اور توڑا ناہ کو
مستعد وہ ھو گیا بیٹے کے اپنے بیاہ کو
بیاہ بیٹے کا کیا اس نے بڑی سی دھوم سے
مل گیا تھا زر کا توڑا جو اسے مقسوم سے
کھانا پینا لینا دینا سب کیا اور ناچ کود
جو کہ تھی توفیق اس کی کچھ کیا اس سے فزود
بات سب میں رہ گئی مقروض اور نادار کی
واہ وا سب میں ھوئی تھی لیک ساھوکار کی
بیاہ کر بیٹے کو بیٹھا اپنے وہ آرام سے
ھو گیا فارغ عزیزو اپنے جو وہ کام سے

باتوں ھی باتوں میں گزرے اے عزیزو چار ماہ
روپیہ ان پان سو کا منتظر رہتا تھا ساہ

بھیجا نائی اس نے پر کوڑی نہ چھوڑی ہاتھ سے
دینا لینا تو گیا، گزرا وہ میٹھی بات سے

جب یہ ساھوکار نے جانا کہ ہاتھ آوے نہیں
کہوں کیا یہ بھید اپنا اے عزیز و ہر کہیں

ھو گیا خاموش اور منہ پر نہیں لایا کلام
بٹہ کھاتے لکھ دیا ان پان سے کو لا کلام

بعد مدت پھر آسی ساھو کے پاس آیا وہ مرد
خوف کرتا اور ڈرتا با ہراس آیا وہ مرد

کہہ اٹھا وہ مرد مجھ کو اور کچھ دلوائیے
ایک تمسک جوڑ کر ساری کا جی لکھوائیے

بول اٹھا یہ بات سن کر ساہ مرد ہوشیار
کاٹ کی ہنڈیا نہیں چڑھتی ھے پیارے بار بار

دیکھئے ممتاز! اس میں کیا ھی نادر ھے کلام
اس کو سمجھے وہ کوئی جو ہووے مرد نیک نام

جو گناہِ حق کرے یک بار مخلوق خدا
بخش دیوے کرنے سے تو باہ وہ رب العلیٰ

نکلے خور مغرب سے اور وہ جرم ھی کرتا رہے
کیوں نہ وہ دوزخ کی آتش تا قیامت بھر سہے



ھے یہی انسان کو لازم پہلے سمجھے بات کو
رات کا جو کام ھو کر لیوے اس کو رات کو

---

# داستان

## (۳۶)

## لیلیٰ را به چشم مجنون باید دید

مجنونان بادیہ گرد ظرافت اور لیلیٰ منشان ناقہ نشین لطافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ھے ۔ ایک روز ایک بادشاہ نے کہا ''مجنوں لیلیٰ پر دیوانہ ھے دیکھئے لیلیٰ کی صورت کیسی ھو گی،، ۔

نظم

خدا جانے کہ لیلیٰ کیا پری ھے
بہ صورت آفتاب خاوری ھے

یہ مجنوں جس کا دیوانہ ہوا ھے
اسی کی شکل پر دیکھو موا ھے

پھرے ھے کوہ اور صحرا میں دن رات
مرے ھے اس کی صورت پہ یہ ھیہات

تمنا ھے کہ دیکھوں اس کی صورت
اسے دیکھوں وہ ھے گی کیسی مورت

کری لیلیٰ کی اور مجنوں کی دعوت
بہ صد منت بہ صد آز و مروت

کھڑی کر دیں قناتیں ہر طرف کو
بلایا گھر میں خورشید شرف کو

جو دیکھا یک نظر لیلٰی کو شہ نے
لگا شاہنشہ عالم یہ کہنے

یہی لیلٰی ہے جس کا قیس مجنوں
اسی صورت پہ وہ ہے ہے موا کیوں

بٹھایا شاہ نے مجنوں کو آخر
کہی یہ بات پاس اپنے بٹھا کر

کہ اے مجنوں یہی ہے شکل لیلٰی
کہ جس بن تو کرے ہے دل کو میلا

بہت دنیا میں اس سے خوشنما ہیں
ہزاروں ماہرو ہیں خوش لقا ہیں

نہیں لیلٰی کی میاں پتلی کمر ہے
نہ چہرہ بھی جو دیکھا خوبتر ہے

گیا ہے دل ترا کس شے پہ مجنوں
رہے کس واسطے دن رات محزوں

سنی جب شاہ سے مجنوں نے یہ بات
لگایا زانو پر حسرت سے اک ہات

کہا اے شاہ تو بھی بے بصر ہے
نہ کچھ صورت شناسی کی خبر ہے



اگر پہچان ہوتی تجھ کو اے شاہ
تو مر رہتا ابھی واللہ باللہ

کہا شہ نے نہ ہو دیوانہ مجنوں
عبث اس کی محبت میں ہے محزوں

جب مجنوں نے بادشاہ کی زبان سے یہ کلام سنا، جذبۂ محبت میں آ کر کہا ''اے بادشاہ ! لیلٰی را بہ چشم مجنوں باید دید''۔

تب بادشاہ نے کہا ''آرے یہ بات سچ ہے''۔

اے ممتاز ! جس کو جس کے ساتھ محبت ہے وہی اس کی آنکھوں میں سمایا۔ اس طرح جس نے اپنے اللہ کو چاہا کوئی اس کی نظر میں اچھا نہ آیا۔ لازم ہے انسان کو اللہ کو چاہے اور محبت خدا کی نباہے ـہ

رکھے الفت خدائے انس و جان سے
نہ رکھے کام ہرگز این و آں سے

———

# داستان

## (۳۷)

## تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو

ظریفان روغن مالِ چہرۂ ظرافت سے اصل مطلب اس ضرب المثل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک بادشاہ کے ارکان دولت موالید ثلاثہ کی طرح تین آدمی تھے۔ ایک شتر بان، دوسرا عصّار، تیسرا ملائے مسجدی۔

اتفاقاً فوج کسی بادشاہ کی غنیمانہ اس بادشاہ کے ملک پر آئی اور

سر پر بادشاہ کے آچکی لڑائی۔ تب بادشاہ نے اس عصّار سے کہا کہ ''فوج غنیم کی آ گئی۔ بندوبست اس کا کیا چاہئیے''۔

تیلی نے کہا ''اے حضرت جہاں پناہ ! تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو''۔

چند روز مہلت ہوئی۔ فوج غنیم نے بندوبست ممالک محروسہ میں قدر قلیل کیا۔ تب بادشاہ نے شتربان سے مشورہ کیا شتربان نے کہا ''دیکھئے کس کروٹ بیٹھے اونٹ''۔

پھر بادشاہ خاموش ہوا۔

آخر الامر تمام ممالک محروسہ میں بندوبست غنیم کا ہوا۔ اور بادشاہ ایک قلعہ میں مانند بادشاہ شطرنج قلعہ بند ہوا۔ تب ملا سے منصوبہ پوچھا۔ کہا ''اے حضرت ! تمہارا ملک گیا اور غنیم کا ایمان۔ صبر کیجئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ان اللہ مع الصابرین (یعنی تحقیق اللہ ہے ساتھ صبر کرنے والوں کے)''۔

تب بادشاہ نے صبر کرکے وزیر معزول کو بلایا اور منصوب الخدمت کیا اور فرمایا ''تدبیر مدافعت دشمن کی کیجئے''۔

وزیر نے دست بستہ عرض کیا

''شہا شہر یارا جہاں داورا    فلک پایگاہ مشتری پیکرا

اگر امان جان ہووے عرض کروں''۔

بادشاہ نے فرمایا ''عرض کر''۔



کہا ''—اگرچہ مدافعت دشمن کی مشکل ہے لیکن اقبال حضور سے آسان ہوگی''۔

اسی وقت بادشاہ نے وزیر کو خلعت شمشیر با قبضہ طلائی دیا، اور وزیر ممالک، مدار المہام، مقدمۃالجیش معارک ظفر کا کیا۔ نظم

وزیر الممالک چڑھا لے کے فوج
کہ آتی ہے جس طرح دریا کی موج
مقابل ہوا فوج اعدائے سے
تدابیر سے عقل سے رائے سے
لڑا ایسی تدبیر سے وہ وزیر
عدو بھاگے میدان سے ناگزیر
ہوئی الغرض فتح اس شاہ کی
مدد اس پہ تھی یعنی اللہ کی
وہاں شادیانے کی نوبت بجی
بجے کیوں نہ ایسی ظفر ہو اجی
گئی بھاگ کر فوج دشمن کی سب
پڑا فوج اعدا پہ حق کا غضب
یہ تدبیر بھی یارو کچھ چیز ہے
ہر اک کام میں شرط تمئیز ہے
نہ تدبیر ہو ملک برباد ہو
یہی نکتہ نادر ہے بس یاد ہو

اے ممتاز! کام بڑا چھوٹے کو نہ سونپے۔ لازم ہے انسان کو ہر کام میں حفظ مراتب رکھے تو رتبہ اپنے سے نہ گرے۔ نظم ـہ

تدابیر لازم ہے ہر کار میں
مصالح میں اور جنگ و پیکار میں

تدابیر میں جو کوئی خام ہو
عواقب امور اس کو الزام ہو

بگڑ جائے جو کام تدبیر پر
تو پھر رکھتے ہیں اس کو تقدیر پر

نہ دیتے ہیں الزام تدبیر کو
کہیں کیا کریں یارو تقدیر کو

---

## داستان
## (۳۸)

### دشمن چہ کند چومہربان باشد دوست

ظریفان سہر اندوز اور حریفان دوستی افروز سے مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک ملک میں راجہ تھا اور سیکڑوں کوس میں ایک چھت راج وہ کرتا تھا۔ مثنوی ـہ

کوئی راجہ بڑا تھا اک نگر میں
عجب تھی ایک رانی اس کے گھر میں



محبت دونوں میں باہم دگر تھی
اسے اس پر اسے اس پر نظر تھی

نہ تھا فرزند ان کے کوئی یارو
کٹے تھی رین دن دونوں کو رو رو

رہا آخر حمل رانی کو بارے
ہوئے خوشنود سن ارکان سارے

دل رانی نشاط افزا ادھر تھا
دل راجہ طرب پیرا اودھر تھا

جب نو مہینے پورے گزرے اور رگ رستنی رانی کی جنبش میں آئی ایک بیٹی پیدا ہوئی ـہ

وہ دختر تھی ویا حور و پری تھی
بہ صورت آفتاب خاوری تھی

زہے شگرف کاری قادر بے چوں کہ اس دخت نو نہال کے تین پستان چھاتی پہ نمودار تھے، اور نک سک میں وہ پری چہرہ آفتاب دیدار تھی۔ راجہ نے نجومی بلائے اور یہ ماجرا کہا۔

نجومیوں نے جواب دیا "یہ لچھن راج کو بھاری ہے۔ کسی دایہ کو سونپیے اور ایک مکان رہنے کو الگ دیجئے۔ راجہ اور رانی کو صورت دیکھنی اس کی نہایت زبوں ہے۔ پیدائش اس طرح کی جس کے نخل سینے پر سہ پستان ہو بغایت بد شگون ہے"۔

راجہ نے بہ موجب کہنے نجومیوں کے ایک مکان دیا، اور ایک دایہ نے اس کو گود لیا۔ راجہ اور رانی نے کبھی اس کو نہ دیکھا، اور نہ رکھا اس سے محبت کا لیکھا۔ فرد ؎

آہ ایسا یہ راج پیارا ہے — لخت دل سے کیا کنارا ہے

وہ سپستان سینہ عنّاب لب دس برس کی ہوئی۔ دایہ نے راجہ سے کہا ''کواری بیٹی کو گھر میں رکھنا نہیں چاہئے کہ بڑا پاپ ہے۔ آپ کو اس واسطے میں کہتی ہوں کہ تو اس کا باپ ہے وگرنہ میں ہی کسی سے اس کے پھیرے کر دیتی''۔

تب راجہ نے جوتشی بلایا اور کہا ''اس دخت کے پھیرے کسی سے کرنے چاہیے''۔

جوتشی نے کہا ''اس کی پھیری کسی اندھے سے کرنی لازم ہے کہ آنکھوں والا اس کو نہ دیکھے۔ اس پر بھی یہ لچّھن بھاری ہے''۔

چنانچہ ایک نابینا مفلس سے اس کے پھیرے کر دیئے۔

جب وہ پری چودہ برس کی ہوئی دایہ سے صلاحاً کہا ''اے دایہ! اس حسن خدا داد کا دیکھنے والا کوئی نہ ملا ؎

اگر یہ دیکھتا صورت ہماری
برنگ قیس کرتا اشکباری

دایہ نے کہا ''کسی آنکھوں والے سے دل لگائیے اور یہ چاند سا مکھڑا دکھائیے۔ فرد ؎

جہاں میں یہ لطیفہ بر ملا ہے — دکھانا دیکھنا ہی کچھ بھلا ہے



اس پری نے دایہ سے کہا۔ ابیات ؎

''اری دایہ بلا لا تو کسی کو
لگا لیتی ہوں دانتوں میں مسی کو
ذرا بالوں کو کنگھی سے سنواروں
کوئی آوے تو اس اندھے کو واروں
لگاؤں مہندی اور آنکھوں میں کاجل
بلا لا اور کو اندھے کے اوجھل''
غرض اک مرد کو وہ دایہ لائی
نپٹ کبڑا تھا وہ کُبجا کا بھائی
ملے تھے سامنے اندھے کے دن رات
اسی کے سامنے کرتے تھے وہ بات
برائی ایک دن دل میں یہ آئی
یہی کبڑے کو عورت نے سنائی
رہیں ہم بے خلل اندھا مرے تو
ہم اس کو جانیں کوئی ایسا کرے تو
کہا کبڑے نے اس کو مار دوں میں
کہوں مچھلی ہے لیکن مار دوں میں
وہ کبڑا سانپ لایا مار کالا
سطر ایسا نہیں دیکھا نہ بھالا

بنایا جس طرح مچھلی بناویں
کہا یوں آج ہم مچھلی پکاویں
کہا اندھے کو یہ مچھلی پکانا
ہمیں ہے کام کچھ اپنا بنانا
یہ منصوبہ کیا اس کو کھلاویں
مزہ ہم زندگی کا پھیر پاویں
پکاتا تھا وہ اندھا اژدھا کو
ایدھر لے کر پڑا وہ دلربا کو
تلے وہ رادھا اور اوپر وہ کبڑا
چتر راجہ کی بیٹی اور وہ سگھڑا
ادھر اندھے نے سونگھا کھول ڈھکنا
کہ ہے ہنڈیا میں کس سالن کا پکنا
دھواں آنکھوں میں کالے کا گیا جو
وہ اندھی انکھڑیاں روشن گئیں ہو
لگا پھر سوجھنے اندھے کو سب کچھ
کہا اندھے نے یاں دیکھو سبب کچھ،

اس وقت اس نے جانا کہ یہ سانپ مجھے کھلا کر مارتے، اس واسطے پکایا تھا۔ مگر اللہ سبحانہٗ جل شانہٗ جس کا دوست ہووے تو کسی کی دشمنی پیش نہ جاوے۔ ہنستا تھا اور یہ کہتا تھا ''دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست''۔



پھر گھر میں جا کر دیکھا وہ کبڑا اوپر ہے اور پری نیچے۔ اس نے غصے میں ہو کر کبڑے کی پیٹھ میں زور سے لات ماری کبڑے کا کب پیٹھ میں غائب ہوا۔ گویا لات نے لات کو توڑا، اور پری کی پستان تیسری لکد کوبی سے چھاتی میں گھس گئی۔

وہ کبڑا کب سیدھا کر کے بھاگا۔ اندھا گھر کا مالک ہوا۔

اے ممتاز! حکمت الٰہی سے کوئی خبردار نہیں۔ وہ دشمن کے ہاتھ سے کام دوستی کے بنواتا ہے۔ اندھے کو مار کھلا کر مارا چاہتے تو اللہ نے وہی سانپ دوائی آنکھوں کی بنا دی۔ اور اس نے عداوت سے لات کبڑے کے ماری تھی، وہی لات معالجہ ہوگیا۔ اور عیب سہ پستانی بہ طفیل لات کے اللہ نے اس پری کے سینے سے چھپا دیا۔ ایک پستان گئی۔ دو پستان کہ حسن و خوبی عورت کی ہے، رہے۔ لازم ہے انسان کو اللہ کے فضل و کرم کا امیدوار رہے، اور کسی دشمن سے خوف و خطر نہ کرے۔ بیت ؎

بن نہ سکتا ہے آدمی سے کار
کام سب کا بناوے وہ دادار

---

# داستان

## (۳۹)

### غم نہ داری بز بخر

ظریفان غم مدار، حریفان بز خریدار سے اصل مطلب اس تمثیل کا

اس طرح سنا ہے کہ ایک صاحب ناز و نعم اور ہر وجہ بے غم تھا ـــہ

بہت اس کے اسباب و اموال تھا
بہر حال وہ مرد خوشحال تھا

نہ کچھ کھانے پینے کا تھا اس کو غم
خریدے تھا ہر شے بہ بیع السلم

ہوئی اس کو از بسکہ دن دن بہی
ہوئی اس کے تن کو بہت فربہی

کسی نے کہا اس کو یوں بے ہراس
بدن پر ترے کیوں ہوا ہے اماس

مناسب ہے کرنا بدن کا علاج
کرو اپنی سوجن کے تن کا علاج

اگر تم نے تن کا نہ درماں کیا
تو پھر بیٹھ کر پا بہ داماں کیا

نہ چلنے کے پھرنے کے ہو گے کہیں
تو پھر اس مرض کو کہو گے کہیں

علاج اس کا مشکل سے ہووے گا تب
اگر بن سکے کر علاج اس کا اب

ہنسا سن کے یہ بات وہ نیک مرد
نہ ہے میرے تن میں کسی ڈھب کا درد



یہ ہے فربہی بے غمی کی مجھے
کہی میں نے یہ بات سچی تجھے

جب اس نے کہا غم بھی اک چیز ہے
وہی جانے ہے جس کو تمئیز ہے

کسی چیز کا دل میں رکھ اپنے غم
فغان الم کیجئے صوت نعم

جسے غم نہیں وہ نہیں آدمی
اسی غم سے انساں کو ہے مردمی

جب اس نے متعجب ہو کر کہا "یہ بات سچ ہے کیا ؟" ۔
تب اس نے کہا "ذرا اس میں جھوٹ نہیں" ۔

نظم ـــہ

غم نہ ہو جس کو ہے نہیں آدم
غم تو آدم کو ہوتا ہے ہر دم

غم جنت ہوا ہے آدم کو
کیوں نہ ہووے الم ہر اک دم کو

غم دنیا سے دین کا ہو غم
دل کو بے غم نہ رکھئے اے آدم

پھر اس نے کہا "اے مرد با خدا ! کس کا غم کیجئے اور کس کے الم میں دل دیجئے" ۔

اس مرد نے جواب دیا "غم نہ داری بز بخر" ۔

اس شخص نے بز خریدا ! اس کے چرانے پلانے کا غم ہوا - رفتہ رفتہ بدن سے اس مرد کے گوشت کم ہوا - بیت -

فربہ ہوتا تھا اس کا بز ہر روز
ہوتا لاغر تھا دم بدم دل سوز

ہر چند مرد دنیا میں دبلا ہوا لیکن فربہی آخرت کی پائی - قطعہ ؎

اندروں از طعام خالی دار
تا درو نور معرفت بینی
تہی از حکمتی بعلت آں
کہ پری از طعام تا بینی

اے ممتاز ! جو کوئی چیز کا غم نہ رکھے وہ آدمی نہیں ہے - بیت حضرت نظامی ؎

نہ ایم آمدہ از پئے سر خوشی
مگر کز پئے رنج محنت کشی

لازم ہے انسان کو ہر آن میں فکر یاد الٰہی کا دل میں رکھے تو اللہ تعالیٰ بھی ذکر اس کا نہ بھولے - دوہرا ؎

پیتم کو جو دھیان میں رکھے دن اور رات
رین دِنا پیتم رہے وا پرکھا کے ساتھ

---

# داستان

## (۴۰)

## ناؤ کاغذ کی سدا پانی میں بہتی ہی نہیں

ناؤ کاغذ کی سدا پانی میں بہتی ہی نہیں
یہ مثل اس طور سے لکھی ہوئی دیکھی کہیں



ایک سوداگر نے کشتی میں بھرا مال خطیر
مال اپنا لے کے اترا گھاٹ سے جب وہ سفیر
پار سے آتا تھا اور دریا سے اترا جب کہ وار
صاحب پرمٹ سے حاصل کا کیا اس نے ادھار
مال اپنا بیچ کر محصول بھیجوں گا ترا
ہے خدائے غیب داں اس بات کا ضامن مرا
اہل پرمٹ تھا مسلمان ہمدمو ! حاصل کلام
کر لیا اس نے یقین سن کر خدا سچے کا نام
بھیج دینا حاصل اجناس جنسیں بیچ کر
بھول مت جانا خدا کے نام کو اے با وقر
تجھ سے تو واقف نہیں ہیں کچھ بھی اے تجار ہم
بیچ میں لیتے ہیں لیکن داورِ دادار ہم
گر دغا ہم سے کرے گا تاجرا اک بار تو
ہاتھ سے کھو بیٹھے گا اپنا سبھی بیوپار تو
اپنا تو محصول ہی جاوے گا پر تیری بھی ساکھ
صاف اڑ جائے گی دنیا سے بہ رنگ مشت راکھ
جب یہ سوداگر لگا کہنے کہ ہم ایسے نہیں
کرتے ہیں محصول کو تجار بھی غائب کہیں
لے گیا محصول بن مال اپنا وہ حاصل کلام
بیچا اس نے منفعت سے مال اپنا المرام
صاحب پرمٹ کو اک کوڑی نہ دی محصول کی
خاک ہے پرمٹ پہ ایسی ماد نا معقول کی

مال لے کر پھر وہ آیا بعد مدت گھاٹ پر
اهل پرمٹ سے ملا وہ مرد نیچی کر نظر
اور کہا محصول پچھلا ہے جو کاغذ میں تیرے
مال اب کا بیچ کر ساتھ اس کے دوں مشفق مرے
تب کہا اس نے کہ پت جھوٹوں کی رہتی ہی نہیں
ناؤ کاغذ کی سدا پانی میں بہتی ہی نہیں
اب کا جب کا دیجئے محصول اے تجار سب
کون پتیاتا ہے تیری بات کو تجار اب
جب دیا محصول دونوں کھیپ کا تجار نے
اور کیا لعنت ملامت اس کو بھی دو چار نے
کرتا ہے دنیا میں اے ممتاز جو کوئی ادھار
دینا تو پڑتا ہے آخر اس کسی کو وار یار
کر کے وعدہ اختلافی اپنی وہ کھوتا ہے بات
جھوٹی باتوں میں کسی کی کچھ نہیں آتا ہے ہات
ایک پیسہ مانگتا ہو جو کسی سے مالدار
شرم سے ہوتا نہیں ہے اس سے وہ یارو دو چار
ہو نہیں جس سے ادا افسوس ہے فرض خدا
کیا دکھاوے گا خدا کو اپنا منہ روز جزا
ہے یہی انساں کو لازم جب تلک ہے جان بہ تن
کیجئے دل سے ادا فرض خدائے ذوالمنن

———



# داستان

## (۲۱)

### آگ کھائے انگارے ہگے

ظریفان آتش رو اور حریفان انگارہ خو نے اقتباس مطابق اس ضرب المثل کا اس طرح کیا ہے کہ ایک قاضی مرتشی تھا ۔ مال ارتشا حلال جانتا اور نقد رشوت کا لینا اپنا کمال جانتا ۔

قضارا اس قاضی نے رحلت پائی ۔ ھیہات ھیہات ! موت کے ہات سے مہلت نہ پائی ؎

وہ قاضی قضا کے جو تھا زور میں
قضا نے اسے دھر دیا گور میں
فرشتوں نے دی اس کی آنکھوں میں دھول
گیا لینا رشوت کا وہ قاضی بھول
کسی شخص نے اس کے احباب میں
شب گور دیکھا اسے خواب میں
بھری اس کے منہ میں فرشتوں نے آگ
ہگے اس نے انگارے اور پھوٹے بھاگ
ذرا دیکھ وہ مرد اس خواب کو
رہا چپ کہے کس سے کس خواب کو
غرض ایک دن ایک ولی سے کہا
چھپا خواب اس کے نہ دل میں رہا

اس ولی نے سن کر افسوس کیا اور تاسف سے یہ جواب دیا: ''آگ کھائے انگارے ہگے''۔

اے ممتاز! رشوت آگ ہے۔ جس نے رشوت کھائی گویا آگ کھائی۔ اور پیٹ میں انگارے بھرے۔ وہ انگارے نکلے۔ لازم ہے انسان کو کھاوے اکل حلال اور کرے صدق مقال۔ ملائک منہ اس کا نور سے بھریں، اور پیٹ میں تجلیات الٰہی جلوہ کریں۔ بیت ؎

ابے حکم شرع آب خوردن خطاست
و گر خوں بہ فتوی بریزی رواست

———

# داستان

## (۴۲)

## آنکھوں سے اندھا اور نام نین سکھ

بستہ چشمان شہباز پرداز ظرافت اور دیدہ بازان انداز لطافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک شخص اندھا مالدار کسی مال زادی کا آشنا اور یار تھا۔ اکثر اوقات وہ نابینا اس زن نابکار کے گھر میں جاتا، اور اس زن کم زن سے حظوظ نفسانی اٹھاتا مثنوی ؎

وہ قحبۂ بے زر یہ کہتی سدا
رہوں پاس تیرے الٰہی سدا
مجھے اب نظر میں نہیں تجھ بغیر
حرم میں اگر جاؤں یا دیکھوں دیر



مسلمان سے مطلب نہ ہندو سے کام
مجھے کام تجھ سے ہے اے نیک نام
نہ دیکھے ہے تو ہیں نہ آنکھیں ترے
میں سچ کہتی ہوں سن لے طالب مرے
مری چشم ہے پر نہ دیکھوں دگر
کوئی شکل میں بے بدل ہو اگر

وہ نابینا اس کے کہے پر یقین لایا اور کبھی طوفان بہتان اس پر نہ اٹھایا۔ مدت اس میں گزر گئی۔ اس رنڈی نے ایک آشنا آنکھوں والا کر رکھا تھا۔ وہ ہر دم اس کے پاس رہتا۔ اندھے کے رو برو جو باتیں منظور ہوتیں وہ رنڈی کرتی، اور اندھا جانتا کہ اس کے پاس کوئی نہیں۔

ایک رات وہ اندھا اس رنڈی کے گھر گیا۔ کچھ قرینے سے جانا کہ پاس جاناں کے کوئی ہم خواب ہے۔ اسی وقت کہا کہ ''ایسی الفت اور محبت پر پیشاب ہے''۔

رنڈی نے کہا ''اگر آج کچھ دینے کو نہیں ہے نہ دیجئے۔ پر ناحق تہمت اور بہتان میرے پر نہ لیجئے۔ تو میرے پر ناحق بہتان اٹھاتا ہے۔ کچھ تجھے آنکھوں سے نظر نہیں آتا ہے''۔

تب اس نے کہا ''تو نے نہیں سنا ہے کہ نام میرا نین سکھ ہے۔ یعنی آنکھوں سے اندھا اور نام نین سکھ میں ہی ہوں۔ اگر دیدہ و دانستہ نہ دیکھوں نہ دیکھوں و گرنہ مجھ کو سب نظر آتا ہے''۔

جب اس رنڈی نے آنکھوں والے بے زر کو نکالا اور اندھے مالدار کو سنبھالا ۔

اے ممتاز ! افسوس ہے اس پر جو کوئی زر دے کر جنس گناہ کی خریدے، اور اندھے کی طرح یقین کہنے رنڈی کا کرے ۔ یہ رنڈی ایک زر کو سمجھتی ہے ۔ حیف صد حیف یہ مرد ایک خدا کو نہیں سمجھتے ۔ لازم ہے انسان کو خدا سے مطلب رکھے ۔ کسی کے گھر نہ جاوے ۔ جو کچھ پاوے درخدا سے پاوے ۔ قطعہ ؎

اے دل یہ کیا ضرور ہے خوبان شہر کو
دل دیجئے اور مفت میں احسان لیجئے
بہتر ہے اس سے یہ کہ نکل چلئے دشت کو
اور ریختہ کا ہاتھ میں دیوان لیجئے
پڑھیئے وہاں یہ مصرع دلچسپ بار بار
ان گل رخوں سے گوشۂ حرمان لیجئے

———

# داستان

## (۴۳)

## راجہ کے گھر آوے رانی کہلاوے

راجگان لطافت پیرا اور رایان ظرافت آرا سے اصل مطاب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک راجہ کسی شہر میں تھا اور نام اس کا



مشہور ایک دھر میں ؎

وہ راجہ زمانے میں مشہور تھا
بہ ہر وجہ دنیا میں مسرور تھا
کمی تھی نہ اس کے زر و مال کی
سواری کو تھ فیل اور پالکی
ہزاری بگھی اس کے گھوڑے ہزار
نکلتی تھی اونٹوں کی لاکھوں قطار
مہاراج تھا اور پرت پال تھا
جواں بخت تھا اور جواں سال تھا

ایک روز سر سواری ایک عورت حسین ماہ جبین، بدیع الجمال، نوجوان، سرو رواں ، گلبدن، سیم تن، نرگسیں چشم، سنبلیں مو، لالہ لب، یاسمن رو خراماں خراماں نظر آئی ۔ راجہ مجنوں اس لیلیٰ کا ہوا ۔ اور فرہاد کے مانند اس خسرو شیریں لباں پر موا ۔ بے اختیار یہ اشعار زبان پر لایا اور عشق اپنا آنکھوں میں جتایا ۔ غزل ؎

لالہ رخا سمن برا سرو روان کیستی
سنگ دلا، ستمگرا آفت جان کیستی
اے کہ بہ دلبری سمر کُشتہ رخ تو چوں قمر
بستۂ موئے در کمر موئے میان کیستی
مست ز بادہ می روی دام نہادہ می روی
تیر کشادہ می روی سخت کمان کیستی

وه مست بادۂ غرور اصلاً متوجه نه هوئی اور پیچها پهیر کر نه دیکها۔

مثنوی ــه

گئی وه پری رو اک انداز سے
انگوٹها دکها کر بڑے ناز سے
کہا راجه نے اس کا گهر دیکهئے
کسی ڈهب اسے بهر نظر دیکهئے
یه انسان هے یا که پری حور هے
مجهے اس نے زخمی کیا چور هے
گئے اس پری رو کا لے کر سراغ
بجها دیدۂ و دل کا اس کے چراغ

رفته رفته وه کهوج ایک خاکروب کے دروازے پر گیا۔ وه راجه زنده هی اس در پر مر گیا۔ منظومه ــه

کہا راجه نے اب یه کس کا هے گهر
کسی نے کہا هے یه دهانک کا در
کهڑا رهنا تم کو یہاں عیب هو
کوئی تم په تہمت بلا ریب هو
گئے لے کے راجه کو اس کے رفیق
رفاقت میں راجه کے جونهی شفیق
پڑا راجه ایک آس اور پاس میں
هوا اس کا پهر چرچا رنواس میں



دیا راج کا کام راجه نے چهوڑ
لئے مسند راج سے پا سکوڑ
لگن جب سے اس شمع رو سے لگی
کچہری نه اک بار راجه نے کی
تعشق سے کیونکر نه هو الحذر
نه راجه کو اپنی رهی کچھ خبر
وه راجه هوا دن به دن بے حواس
هوئی رانی رنواس میں تب اداس
مجهے بهی کہو هے یه کیا ماجرا
کئی دن سے راجه نه یاں آ پهرا
کسی نے کہا عشق راجه کو هے
بہت بے کلی اس میں پر جا کو هے
وه رانی بهی از بس که هشیار تهی
وهی ایک راجه کی غم خوار تهی
کہا راجه کو عشق جس پر هوا
نه دید اس کا اس کو میسر هوا
ملے جو نہیں اس کو وه کون هے
وه کون ایسا مغرور فرعون هے
کہا دیس دیواں نے رانی نه پوچھ
یه راجه کرے گا مگر نیچی موچھ

مہاراج راجہ یہ ادھراج ہے
گئی ان دنوں اس کی پر لاج ہے
نظر آئی اس کو زن خاکروب
ہوا عشق میں یہ تن خاکروب
غرض اس کو اک دھانکی سے ہوئی
اسے آیا سمجھاوے کیونکر کوئی
یہ راجہ تو ہے چھتری ذات کا
پڑا پورا ہے اپنی وہ بات کا
اب اس دھانکی سے ہٹے کیونکہ دل
وہی رشک خوبان چین و چگل

رانی نے کہا ''اے دیس دیوان! اگر وہ دھانکی کواری ہے، اس کے ماں باپ کو راضی کرو کہ ڈولا مہاراج کے واسطے لاوے۔ وہ خاکروب کی بیٹی راجہ کے گھر آوے، رانی کہلاوے۔ راجہ اپنی جان کو نہ کھووے۔ میرا سہاگ دختر خاکروب کو دیوے''۔

دیس دیوان نے مضمون رانی کا راجہ سے کہا۔

راجہ یہ بات سن کر ہوش میں آیا اور کہا ''آفرین باد ہے رانی کو۔ مری آسائش کو اپنے آرام پر مقدم جانا۔ اور اپنا راج سہاگ واسطے رضا مندی میری کے ایک دختر دھانک کو دینا مناسب پہچانا۔ میں بھی چھتری ہوں۔ ایسی رانی کی اگر رضامندی سب سے مقدم نہ جانوں



تو مرد نہیں۔ بیت ؎

حیف رانی ہووے دخت خاکروب
سگ نہیں انسان ہو از شست و شوب''

راجہ کا دل دھانکی سے پھر گیا اور رانی پر آیا۔

اے ممتاز! رانی کے صبر اور تحمل نے راجہ کو صحبت کمینہ سے بچایا۔ اور راجہ کا دل رانی کی دلداری سے رانی پر بیش از بیش آیا۔ لازم ہے انسان کو ہر مشکل میں صبر کرے۔ جیسا کہ فرمایا ہے حضرت شیخ سعدی شیرازی نے۔ فرد ؎

منشیں ترش تو از گردش ایام کہ صبر
گرچہ تلخ است و لیکن بر شیریں دارد

---

# داستان
## (۴۴)

### وہ دن گئے جو خلیل خاں فاختہ اڑاتے تھے

ابراہیم گلزار لطائف اور خلیل خوان ظرائف سے اصل مطالب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک شخص خلیل خاں نامی مفلس مفلوک گدائے شب کوک تھا۔ گرسنگی میں سیر اور بیدلی میں دلیر۔ جنم کا بھوکا۔ کھاتا ٹکڑا روکھا سوکھا۔ فرد ؎

مانگے تانگے ٹکڑے کھاتا پانی پیتا کوہ کا
کھیل کود کر گھر میں آتا بیٹا قانون گوہ کا

گھر چھوڑتا اور دیکھتا جنگل ۔ پکڑ پکڑ کے پالتا فاختہ اور گرسل ۔ آخر گھرسل گرسل کا توڑا ۔ ذوق فاختہ کا نہ چھوڑا ۔ مثنوی ؎

طوق ذوق فاختہ گردن میں تھا
پیرھن خاکستری پر تن میں تھا

چوں کبوتر وہ اڑاتا فاختہ
فاختہ بن رہتا وہ دل باختہ

فاختہ کو جانتا وہ شاہباز
فاختہ کو وہ سمجھتا دل نواز

حق تعالیٰ در دلش انداختہ
الفت مشت پر ہر فاختہ

طوق او را کرد طوق گردنش
کرد تشریف خودش پیراہنش

روز و شب گفتار دل بے ساختہ
مرحبا و مرحبا اے فاختہ

باز کو اگر محبت سے باندھیئے پرواز نافرمانی سے باز آوے ۔ سر جرہ پر طرہ الفت کا رکھیئے ، وہ طعمہ بے ادائی کا نہ کھاوے ۔ باشا محبت سے ہاتھ پر باسا پاوے ۔ چرغ حکم پر چرخ کھاوے ۔ محبت سے ہات پر آوے ۔ فرد ؎

محبت است کہ دل را نمی دھد آرام
وگرنہ کیست کہ آسودگی نمی خواھد



جنگل جنگل کی فاختہ اس مرد محنت کش کے دام میں آئے اور اسی گدائی میں تونگرانہ فاختہ اڑائے ۔ نظم ؎

گھر میں اس کے فاختہ تھے بے شمار
فاختہ جنگل سے آئے ڈار ڈار

گھر میں کوکو کی صدا دن رات تھی
منہ پہ اس کے فاختہ کی بات تھی

دانہ دیتا حوصلے سے وہ فزوں
چھوڑ کر جاتا نہ وہ گھر سے بروں

سرو کا قمری کو جیسے عشق ہے
فاختہ کا اس کو ویسے عشق ہے

فاختہ ہے طایروں میں عشق باز
عشق بازی سے ہوا اس کو نیاز

ہو مجازی سے حقیقی جان من
جو ہو شامل حال فضل ذوالمنن

آیا اک عاشق خدا کا ان کے گھر
فاختہ ہر چار سو آئے نظر

اس کے گھر میں وہ رہا دو چار دن
تھا فزوں اس کا نود سے سال وسن

اس سے وہ مرد خدا ہی خوش رہا
وہ کیا اس نے جو کچھ اس نے کہا

وہ مسافر اس سے رخصت ہو گیا
میل اس کی مفلسی کا دھو گیا

شہ نے بلوایا اسے اعزاز سے
مرتبہ اس کا ہوا اعجاز سے

شاہ نے اس کو وزیر اپنا کیا
ہر جگہ ہر دم مشیر اپنا کیا

کر دیا مختار شہ نے ملک کا
ہو گیا ملّاح وہ اس فلک کا

جو کرم اس پر ہوا اللہ کا
نا خدائے ناو ملک شاہ کا

پڑ گئی درویش کی اس پر نظر
ہو گیا دستور شاہ بحر و بر

جس کا لطف پاکبازاں یار ہے
یک نظر میں اس کا بیڑا پار ہے

چند روز میں رنگ فاختئی فاختہ کا بدل گیا۔ رنگ عباسی اور گل انار کھلا۔ فاختگاں گرفتار کو یک دست آزاد کیا۔ فاختہ نے دل شاد ہو کر آشیانہ شاخ سرو پر آباد کیا۔ مثنوی ؎

اپنے جنگل میں گئے وے فاختہ
تھے پرانے اور نئے وے فاختہ



طایروں کا شوق دل سے ہٹ گیا
اشتیاق لہو دل سے چھٹ گیا

کر گئی تاثیر یک چشم فقیر
ہو گیا ہے وہ فقیروں کا امیر

مدرسے اس نے بنائے چار سو
میہماں خانے بنائے کُو بہ کُو

فاختہ کی جس طرح رہتی تھی دھوم
اس جگہ ہے اب فقیروں کا ھجوم

جس جگہ کوکو نوا تھے جا بجا
ہے گزر اغواث اور اقطاب کا

مرتبہ اس کو امیروں کا ہوا
عشق اس کو بس فقیروں کا ہوا

فاختہ کا کھیل کھیلا وہ کھلار
باز کی بازی ہو لیکن آشکار

جھوٹ کھیلا تھا وہ سچ مچ ہو گیا
عیب وہ درویش اس کا کھو گیا

وہ وزیر شہ ہوا یعنی ولی
کھل گئی اک بات میں قسمت بھلی

کام سب کرتا تھا سلطاں کے وزیر
دل سے تھا نام خدا لیکن فقیر

گر ولی ہووے وزیر نیک نام
ملک میں کیونکر نہ ہووے انتظام

اہل خدمت شاہ کا مخدوم ہو
کالعدم جو علم سے محروم ہو

علم ہے علم الٰہی سے غرض
علم حق حق اور بق بق ہے مرض

ہے غلط یہ بھی جو کچھ کہتا ہوں میں
اپنے کہنے پر خجل رہتا ہوں میں

ہے یہی علم الف با تا اصول
بعد اس کے درس قرآں کر حصول

گر نہ علم ظاہری معلوم ہو
علم سے باطن کے وہ محروم ہو

بعد مدت مدید کے وہ فقیر روشن ضمیر پاک کیش اسی شہر میں آیا اور کسی سے پوچھا کہ "وہ عاشق فاختگاں بہ طوق گردن کہاں ہے؟"

اس نے کہا کہ "وہ وزیر الممالک شاہ جہاں ہے"، مثنوی ـ

کشف سے معلوم تھا درویش کو
پوچھنا تھا شرط دور اندیش کو

جب گیا اس کے مکاں پر وہ فقیر
دیکھتا ہے کیا ہے سرکار امیر



ہر طرف دیکھا گروہ صالحاں
دیکھ کر ان کو ہوا وہ شادماں

پہلے تو اس جگہ رہتے جانور
حمد للہ اب یہاں ہیں گے بشر

آگیا اتنے میں آخر وہ وزیر
دیکھا اس نے ہے کھڑا وہ ہی فقیر

پالکی سے اترا وہ آداب سے
اور ملا درویش سے وہ داب سے

بیٹھے دیواں خانہ میں دونوں بہم
غم گیا دونوں کے دل سے یک قلم

بعد استفسار تصحیح مزاج
اور اپنا کہہ کے تفریح مزاج

ہے کہاں اب وہ طیور فاختہ
کیوں نہیں ہے اب ظہور فاختہ

جب یہ کلام اس وزیر الممالک مدارا لمہام نے زبان مرد با خدا درویش باصفا سے سنا کہا "وے دن گئے جو خلیل خاں فاختہ اڑاتے تھے"۔

اے ممتاز! برکت انفاس متبرکہ درویش با خدا سے اور فضیلت ہم نامی ابراہیم خلیل اللہ نے آتش غوایت کو گلزار ہدایت بنایا اور رب الجلیل نے آئینہ آیہ فیض ہدایت۔ سبحان اللہ! صحبت فقیر کی اکسیر

ہے اور نگاہ درویش کو عجب تاثیر ہے ؎

مدد سے فقیروں کی ہو بادشاہ
جہاں میں فقیروں سے ہووے نباہ

اس فقیر نے ایک نظر اس مفلس مفلوک فاختگاں سلوک کو دیکھا فوراً وزیر بنا دیا ۔ اور بادشاہ دین کا کر دیا ۔ مصرع ؎

صحبت صافی ضمیراں کمتر از اکسیر نیست

لازم ہے انسان کو فقیروں کی خدمت میں حاضر رہے اور مطلب اپنا ان کی خدمت میں کہے ۔ فرد ؎

مطلب حصول گردد از خدمت فقیراں
ہرگز مگرد اے دل بر درگہ امیراں

---

# داستان

## (۴۵)

### مشتے نمونہ از خروارے

ظریفان شجاعت نمونہ اور حریفان براعت گونہ سے اصل مطالب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ ایک روز ایک بادشاہ ثریا جاہ کیوان ایوان، فریدوں فر، دارا دربان، غضنفر عسکر، ہز برتواں بیت ؎

جہاندار و جہانگیر و جہاں بخش
فلک قدر و فلک تخت و فلک رخش



مربع نشین چار بالش جلوس سلطنت اور تمکن گزیں و سادہ جشن و شوکت کا تھا ۔ اراکین سلطنت اور اہالی اور موالی دولت کے حاضر ۔ دربار عام تھا اور ہجوم انام۔ یک طرف دلاوران تہور شعار اور بہادران جرأت وثار صفوف آرائے مردانگی ۔ یک جانب خوبان آفتاب دیدار شمع رخسار، جہاندار فلک اقتدار، خورشید اشتہار، پر مستعد قربان کے ہوتے پروانہ وار بلا پروانگی ؎

جشن تھا اس بادشاہ ہند کا
رقص تھا ہر چار سو اور راگ تھا
عیش کا مجمع تھا یک سو آشکار
پائے کوباں لولیاں زہرہ وار
تھا فریق جیش یک جانب بپا
مثل بہرام فلک جرأت نما
ایک رجپوتوں کا راجہ تھا وہاں
تھا کھڑا پیش شہنشاہ جہاں
دیکھ کر اس کو کہا اس شاہ نے
ہیں سپاہی کس قدر تیرے کنے
عرض کی اس نے کہ ہیں یہاں شش ہزار
سب کے سب ہیں مستعد کار زار
پھر کہا سلطاں نے کتنے مرد ہیں
مردمی میں اور کتنے فرد ہیں

پھر کہا اس نے کہ چھ سو ہیں دلیر
کچھ تہوّر میں نہیں کرتے ہیں دیر

بعد اس کے دیکھا سیّد کی طرف
سیدوں میں ہے شجاعت کا شرف

ساتھ تیرے کس قدر مردانہ ہیں
دیکھیں ہاتھ ان کے اگر مردانہ ہیں

یوں کہا سیّد نے ہیں بارہ ہزار
ہے و لیکن ان میں بارہ کی شمار

تب کیا سلطاں نے راجہ سے کلام
اور کہا سید سے سن اے نیک نام

ہاتھ دیکھیں سیّد و رجپوت کے
نیک نامی رب ہمارا کس کو دے

کر کے آئے دونوں مجرا اپنے گھر
شادماں یک نحو لختے منتشر

آ کے راجہ نے کہا لشکر میں یوں
بات تم کو راجپوتو اک کہوں

سیدوں کی اور تمہاری جنگ ہو
دیکھئے چہرے پہ کس کے رنگ ہو

تب کہا رجپوتوں نے ہم شیر ہیں
شیر نر بھی کس کے ہوتے زیر ہیں



دیکھنا راجہ ہمارے ہات تو
کہتا ہے ہارے ہوئے کیا بات تو

پھیر اپنی فوج میں سیّد نے جا
سوچ سے اور فکر سے آ کر کہا

سیدوں کی جنگ رجپوتوں سے ہے
آدمی کو لڑنا اب بھوتوں سے ہے

ساتھ میرے دو سپاہی مرد ہیں
مردمی میں ہر دو اک اک فرد ہیں

وہ مقابل ہوویں گے رجپوت کے
شیر ہیں وے جنگل لاہوت کے

ایک مردانہ ملا اس جیش میں
دوسرا گھر کو گیا کچھ عیش میں

یعنی اپنی شادی وہ کرنے گیا
بار سنت سر پہ وہ دھرنے گیا

تب کہا سید نے بلوانا اسے
ہے مناسب جلد تر آنا اسے

جب گیا اس کو بلانے یک سوار
جلد آوے سیّد عالی تبار

جا کہا اسوار نے سیّد کو یوں
سیّدا ایک بات سن تجھ سے کہوں

جنگ کی ٹھہری ہے رجپوتوں سے آج
رکھے رب العالمین سیّد کی لاج

بیاہ کی سیّد کے وہ ہی رات تھی
جب سنی سیّد نے یہ تو بات تھی

بیاہ چھوڑا اور مرنے کو چلا
کیا ہی مردانہ تھا وہ سیّد بھلا

حضرت دھلی میں آیا گھر سے وہ
نکلا نام اللہ کا لے در سے وہ

یہ کہا دل میں کہ کل راجہ کے گھر
ہے لڑائی فوج راجہ سے مگر

جو ترے حصّے میں آویں راجپوت
دیکھ لوں از فضل حیّ لایموت

پھر بیاہ اپنا کروں میں گھر میں آ
دیکھ لوں پہلے یہ کیا ہے ماجرا

آیا سیّد راجہ کے دربار میں
شور تھا یہ لشکر و بازار میں

جا کے یہ سیّد نے کی راجہ سے بات
ہم تو ہیں موجود راجہ دیکھو ہات

جتنے ہیں رجپوت حصّے میں مرے
سامنے کر کیا ہے قصّے میں ترے



تب کہا سیّد سے راجہ نے یہ ہیں
کی بسوئے راجپوتاں لیک سیں

رعب تھا دربار میں سادات کا
ہو فدا دل سے دلا اس ذات کا

سامنے اس کے نہ بولا راجپوت
اس پہ تھا جو فضل حیّ لایموت

تب کہا سیّد نے سب ہو سامنے
دیکھ تو اے راجہ اس جا جو بنے

سب کے سب رجپوت واں گھبرا گئے
جب شجاعت پر وہ سیّد آ گئے

کچھ نہ رجپوتوں سے بن آئی وہاں
آگے سیّد کے ہو رجپوتی کہاں

راجہ سے لکھوا لیا سیّد نے یوں
نام پھر مردانگی کا میں نہ لوں

جیتا ہم سے سیّد عالی تبار
اور گیا میں راجہ رجپوتی سے ہار

بات اس راجہ کی سیّد مار کے
پاس آیا اپنے وہ سالار کے

وہ مچلکا دے دیا سالار کو
اور سلام آ کر کیا سردار کو

راہ اپنے گھر کی پھر سیّد نے لی
بات کیسی دیکھئے سیّد نے کی

پیش گاہ شہ سحر چرچا ہوا
اور یہی ہر گھر بہ گھر چرچا ہوا

فضل حق سے جیتا وہ سیّد ہے آج
وہ شجاعت میں مگر جیّد ہے آج

شاہ نے پوچھا کہو کیا بات ہے
تم میں غالب کون سے کا ہات ہے

وہ مچلکا شاہ کو دکھلا دیا
اٹھ کے پھر اس شاہ کو مجرا کیا

شاہ نے شاباش کی سادات پر
راجہ تو اس دم گیا خجلت سے مر

اور کیا راجہ نے اس دم عرض یوں
پیش شاھنشاہ کے ہو کر زبوں

''اے بادشاہ جہاہ پناہ ! ھزاروں سپاھی ھزاروں سے لڑیں تو کچھ بہار نظر آوے۔ ایک سیّد آیا اور اس نے چاھا کہ سب سے تنہا لڑے۔ راجپوتوں نے دیدہ و دانستہ کنارہ کیا کہ ایک سے کیفیت لڑائی کی نہیں ھوتی''۔

یہ بات راجہ نے خجالت اتارنے کو کہی۔ اس وقت سیّد کو بھی جوش سادات کا آیا اور یہ مضمون سر دربار پیشگاہ شاہ جہاں بادشاہ کے سنایا''مشتے نمونہ‌از خروارے''۔ بادشاہ نے فرمایا



''یہ بات راست ہے''۔ سب اراکین سلطنت نے تائید قول بادشاہ کی کہ فی الواقع سچ ہے۔

اے ممتاز! حد سے باھر قدم دھرنا اور اندازے سے زیادہ دم بھرنا سبب ندامت اور بدنامی کا ہے۔ تھوڑا کہنا اور بہت کرنا موجب سرخروئی اور نیک نامی کا۔ رجپوتوں نے بڑھ کر کلام کیا۔ نام رجپوتی کا تمام کیا۔ اور سیّدوں نے کچھ گھمنڈ شجاعت اور مردانگی کا نہ کیا۔ ایک سیّد نے چھ ھزار رجپوتوں کو جواب دیا۔ لازم ہے انسان کو یاوہ گوئی سے باز رہے۔ تب اپنے ھاتھ اپنا انداز رہے۔!

---

# داستان
## (۴۷)
## اندھے کی جورو سوداگر کا گھوڑا

تجاران ظرافت متاع سے قماش اس تمثیل کا اس طرح دیکھا ہے۔ ابیات ؎

کسی اندھے کی جورو مہ جبیں تھی
پری رو حوروش اور نازنیں تھی

اک عالم دیکھنے کو اس کے آیا
برنگ اسپ سوداگر پھر آیا

کوئی ظریف آیا۔ اس نے دیکھا۔ بیت ؎

ایک عورت، مرد گاھک صد ھزار

دیکھ اس کو کہہ اٹھا یہ وہ پکار

اندھے کی جورو سوداگر کا گھوڑا۔

اے ممتاز! اندھا نفس سرکش ہے شرارت میں کچھ نظر نہیں آوے۔ لازم ہے انسان کو زن نفس سرکش نہ ہووے۔ فرد ؎

دلا گر خرد مندئی و ہوشیار

مشو تابع نفس خود زینہار

خاتمہ جلد دوم

جو کتاب ممتاز الامثال سے دوسری جلد بھی مرتب ہوئی اور ضرب الامثال باقی رہے۔ اسی واسطے تیسری جلد شروع کی۔ جلد اول کی تفصیل خاتمہ جلد اول میں مندرج ہوئی۔ اور محاورات بسیار اور گفتگوئے بے شمار اس جلد میں درج ہیں۔ اگر داستان ان کی لکھئے طوالت موجب ملالت ہووے۔ اس واسطے مختصر کر دیا۔ اور جلد دوسری کی تفصیل اجزا اور ضرب الامثال اس تمثیل سے ہے۔ نظم ؎

جز و شصت و پنج دارد جلد بارے ایں کتاب

داستاں را زیں نمط کن قاریا اکنوں حساب

یک ہزار و ہفصد و ہفتاد و یک شد داستاں

اندریں نسخہ ز فضل و لطف رب مستعاں

شد مرتب الغرض دو جلد از فضل خدا

ایں قدر ز اہل سخن داریم اے دل التجا



گر خطائے بودہ باشد از مصنف در سخن

عفو فرماید ز لطف بیکراں خویشتن

تمّت بالخیر بعونہ تعالیٰ شانہ

---

# داستان

## (۴۷)

## باسی رہے نہ کتا کھائے

ریزہ خواران خوان ظرافت سے و زلّہ ربایان سفرہ لطافت سے عسل اصل مطلب اس تمثیل کا لذت بخش کام و دہان اس طرح ہوا ہے کہ ایک مسافر سر بسر سفر گزیں سر ابسر نشیں منظومہ ؎

گہے سر بصحرا گہے رو بہ شہر

بگردد بسان مہ و ہمچو مہر

ندارد بہ یک دم بہ یک جا قرار

کند ہم چنیں سیر شہر و دیار

بہر شہر ہر شب نمودے قیام

بیک روز ہر جا نہ کردے مقام

نہ مطلوب وے بود آرامشے

غرض داشتے در دل آسائشے

نہ اموال با وے نہ اسباب بود

چراغش شبانگاہ مہتاب بود

نبردش طعامے بجز خوردنی
نہ می داشتے او مزاج دنی

اتفاقاً وہ سیّاح جہاں پیما ایک رات سرا میں شب باش ہوا۔ کھانا کھایا اور پانی پیا۔ فراغت تمام سے بھٹیاری کی چھوٹی سی کھٹیا پر پاؤں دراز کیا۔ منظومہ ــه

ہوا غلبہ آنکھوں میں کچھ خواب کا
نہ تھا اس کو کچھ فکر اسباب کا
یہ اسباب ہے جس کنے بیم ہو
نہ سوتا ہے جس پاس کچھ سیم ہو
وہی پاؤں پھیلا کے سوتا رہے
زر و مال اس کے کبھی کچھ نہ ہے
وہ بھٹیاری جس وقت سونے لگی
یہ موتی سے منہ سے پرونے لگی
مسافر ذرا سوئیو جاگتا
پھرے ایک سگ ہے یہاں بھاگتا
جگایا مسافر کو بھٹیاری نے
خبر داری کے واسطے داری نے
کہا اپنا کچھ کھانا رکھیو سنبھال
مسافر کو دیتے ہیں کتنے ملال
میری بات کو جانیو ٹیپ ہے
سرا اپنی دیکھو سراندیپ ہے



جو کچھ پاس ہے رکھیو تم چنگ میں
سُجھانی ہوں تم کو میں اس رنگ میں
گدا ہو کوئی یا کوئی تاجدار
سرا میں مناسب رہے ہوشیار
تصور میں رکھے سفید اور سیاہ
سفر کے کرے جو کوئی سربراہ
رکھے ہاتھ میں اپنے شمشیر بھی
سنو بندی کی ہے یہ تدبیر بھی
اگر کوئی ہو شاہ اور ہو غلام
خبر آپ اپنی رکھے وہ مدام
کسی کی اگر ہو کسی جا پہ رات
اگر ہند ہو سند ہو یا ہرات
وہاں ہوشیاری کا رکھے قماش
نہیں تو کہاوے وہی بدمعاش
اگر کھیل جاوے یہاں اچھے کھیل
رہے سرخرو اور نہ ہووے جھمیل
سنا جب مسافر نے بھٹیاری سے
کہا سوتے سوتے نہ بیداری سے
کوئی کچھ مرے پاس ہر گز نہ پائے
کہ باسی رہے اور نہ کتا ہی کھائے

جو کچھ ھاتھ آیا وھی چٹ کیا
مؤا تو مؤا اور جیا تو جیا
وہ بھٹیاری خاموش ھو سو رھی
مسافر نے یہ بات جس دم کہی
سحر اٹھ مسافر نے لی اپنی راہ
اٹھی پھر وہ بھٹیاری وقت پگاہ
جو دیکھا مسافر نہیں کھاٹ پر
لیا اس نے تو راہ وقت سحر
ھوا دل میں بھٹیاری کے اعتقاد
برا پاس رکھنا ھے مال زیاد
سدا مال و اسباب کو ھے خطر
نہ رکھے خردمند پاس اپنے زر
یہ بھٹیاری نے پھر توکل کیا
جو کچھ کھانے سے بچ رہا سو دیا

اے ممتاز ! یہ دنیا سرا ھے اور وساوس شیطانی کتے ھیں - بھٹیاری سے مراد دل بیدار و اسباب سے مطلب بار غفلت جو اس دنیا میں ھوشیار اور سبک دوش رھے وساوس شیطانی سے بچے - جس طرح وہ مسافر گرانباری اسباب سے سبک دوش تھا شاھد بے غمی سے ھم آغوش تھا - لازم ھے انسان کو گرفتار دام حرص و ھوا نہ ھووے - اور دولت توکل اور ھوشیاری ھاتھ سے نہ کھووے ؎

توکل کن دلا گر ھوشیاری
کلام من شنو گر گوش داری

———



# داستان
## (۴۸)
## یک در گیر و محکم گیر

ظریفان یکہ تاز اور حریفان محکم انداز سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ھے کہ ایک شخص کبھی کسی سرکار میں کسی دربار میں جاتا - کہیں شکل روزگار کی نظر نہ آتی - مایوس ھو کر الٹا گھر آتا - مثنوی ؎

نوکری کا تھا تلاشی ایک مرد
جا بجا پھرتا بہ صد آلام و درد
ایک جا رھتا نہیں وہ ایک ماہ
قطع کرتا سیکڑوں منزل کی راہ
ایک مہینے گر کہیں ماسور ھو
چھوڑ کر وہ نوکری کو دور ھو
رنج دنیا میں اٹھاوے بے شمار
پر رھے یک حبّہ کو محتاج و خوار
گھر نہیں ایسا کوئی دنیا میں ھو
اس حریص خوار نے دیکھا نہ جو
شرق سے لے تا بہ مغرب وہ پھرا
دن نہیں کم بخت کا اصلا پھرا

ہو کے وہ لاچار بس ہو بے حواس
پہنچا گھر سے اٹھ کے اک درویش پاس

دست بستہ عرض کی درویش سے
با خدا مرد تصوف کیش سے

پھرتا پھرتا ہو گیا لاچار ہوں
زندگی سے اپنی میں بیزار ہوں

پھر چکا ہوں سب جگہ درویش میں
ہر جگہ سے آتا ہوں دل ریش میں

ایسی کچھ تجویز بتلا اے فقیر
اب نہ آنکھوں میں کسی کی ہوں حقیر

سوچ کر اس کو کہا درویش نے
صاحب ہمت نے عالی کیش نے

گھر بہ گھر دنیا میں پھرنا زہر ہے
جور ہے آفت بلا ہے قہر ہے

اس مرد نے سن کر کہا ”اے درویش با صفا ! وے مرد با خدا جو کہیں نہ جائے اور کما کر نہ کھائے تو گزارا کیونکر ہووے“۔ تب اس فقیر والا تدبیر نے کہا ”گھر بہ گھر نہ پھر اے مرد بے تدبیر۔ یک در گیر و محکم گیر“۔ مثنوی سے

سن کے وہ درویش سے اس بات کو
حیف سے زانو پہ مارا ہات کو



گھر بہ گھر پھر عمر کی اپنی خراب
کھاؤں میں کیونکر نہیں اب پیچ و تاب

ایک در اللہ کا ہے وہ غنی
ہے اسی کو جو سزا کبر و منی

اب پکڑیے اس کا در مضبوط ہو
جس سے دنیا اور دیں مربوط ہو

ایک مسجد تھی بیاباں میں خراب
ہو نہیں تھا کوئی اس میں باریاب

بیٹھتے اس میں ولیکن جانور
روبہ و خرگوش و آہو بیشتر

بھینس بکری بھی کبھی اور بیل گائے
دن کو اس مسجد میں جا آرام پائے

صدق سے وہ مرد مسجد میں گیا
با صفا و با خدا و بے ریا

خوب دھویا اس نے مسجد کو تمام
ہر طرف سے جھاڑا لے کر رب کا نام

بوریائے بے ریائی ڈال کر
بیٹھا اس مسجد میں وہ عالی گہر

اک جہاں میں ہو گیا مشہور وہ
حق تعالیٰ کا ہوا منظور وہ

دین و دنیا کا ہوا سردار وہ
اپنا بیڑا کر گیا ہے پار وہ

آئی ہر جا سے اسے نذر و نیاز
کچھ نہیں اس کو رہی دنیا کی آز
گھر تو اس کا سیم و زر سے بھر گیا
کیا در مسجد پہ وہ سر دھر گیا

اے ممتاز! جس نے در رب العالمین سے سر پھیرا۔ حرص و ہوا نے اس کو در بہ در پھیرا۔ سوائے خرابی کے کچھ نہ پایا۔ اور بغیر سر گردانی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ بیت ؎

عزیزے کہ از در گہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نہ یافت

لازم ہے انسان کو دروازۂ غنی پر سوال کرے اور فقیر کے دروازے پر قدم نہ دھرے۔ غنی وہ اللہ ہے جل شانہ اور سب فقیر ہیں۔ جو اس مرد جہانگرد نے دروازہ خدا کا محکم پکڑا، میٹ دیا ایک پل میں یہاں اور وہاں کا جھگڑا۔ فرد۔

جس نے اپنے خدا سے رکھا کام
دو جہاں میں بر آیا اس کا کام

---

# داستان
## (۴۹)
### ان تلوں میں تیل نہیں

روغن مالان چہرۂ ظرافت اور تیل کشان کنجد لطافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ کوئی شخص روزگار پیشہ کسی



طرف سے بہ جمعیت بسیار روزگار بیش قرار کر کے وطن کو آتا تھا۔ راستے میں زن زمیندار ہاتھ میں روٹئیں (روٹیاں) دو چار گاؤں سے نکل کر کھاتہ میں، یعنی جس جگہ تمام زمیندار ناج نکالتے ہیں، جاتی تھی۔ حسن میں بدر منیر اور جمال میں بے نظیر تھی۔ نظم ؎

حسن نرالا جوبن بالا آفت کا پر کالا ہے
رنگ بھبوکا، تنگ دھن ہے تل جس اوپر کالا ہے
نین رسیلے تیکھی چتون پلک انی ہے برچھی کی
بھین انوکھی دیکھی ہے اس بانکی ٹیڑھی ترچھی کی
ایڑی اٹھا کے ڈگمگ چلنا پنجہ لگانا قہر و بلا
تیوری چڑھا کر دشت قیامت کری جہاں میں ہلا چلا
پتلے ہونٹھ اور پتلی انگلی کمر ہے پتلی نازک سی
انگلی لگے جو بدن پہ اس کے جان سے دیوے کرکی سی

اس مرد مسافر کی نظر زن سیم بر ستمگر پر پڑی۔ سفیر مرگ ناگہانی آ گیا۔ پیغام اجل دیا۔ نظم ؎

اس کی صورت دیکھ کر وہ مر گیا
واہ کیا ہی گھر گیا وہ گھر گیا
اس نے دیکھی جس گھڑی شکل پری
سدھ نہیں اس کو رہی تن کی ذری
ہوش میں آ کر ذرا کہنے لگا
بات میری سنیے ٹک اے مہ لقا

نقد مجھ سے سو روپیے اب لیجئیے
میں کہوں سو جان جاناں کیجئیے
دے دیئے کہتے ھیں اس کو نقد سو
اور کہا دل میں کہ ملئے ھو سو ھو
لے کے وہ سو روپیہ آگے چلی
منہ سے بھی اس سے نہ بولی اچپلی
جب دکھائے روپیے دو سو اسے
اور کہا کہنا تھا جو کچھ سو اسے
پھر بھی آگے وہ چلی نخرا سا کر
تین سو اس کو دئیے بار دگر
چھ سو لے کر وہ گھسی باڑی میں جو
بیقراری تب ھوئی اس مرد کو
ھات سے ھیہات کھو بیٹھا ھوں زر
اور نہ آئی ھاتھ میرے سیم بر

اس باڑی میں تودہ تودہ جا بجا تل پڑے تھے - اس مرد نے چاھا کہ یہ زر دیا ھوا کسی طرح الٹا لیجئیے اور کچھ قضایا بھی ھووے تو در گزر نہ کیجئیے -

وہ مرد تودہ سے تل دیکھنے لگا - دھاقین نے جانا گاھک آیا - دیکھتے دیکھتے ان تلوں پر پہنچا کہ اس عورت جمیلہ کے شوھر کے تل تھے - مٹھی بھر کر نمونہ وار دیکھا اور کہا "ان تلوں میں تیل نہیں" -

وہ تل والے ھر طرف سے باھم ھو کر آئے اور برھم درھم ھوئے - جب اس مرد مسافر نے کہا "روپیہ چھ سو مجھ سے یہ لگائی نقد لائی، اور



چھ سو روپے کے تل دینے کیے - اب تم نے روپیہ اور تل بچانے کی ٹھہرائی - اگر میں تم سے لڑوں تو سورما چنا کیا بھاڑ کو پھوڑے" -

یہ کہہ کر اس فریقین دھاقین کو کہا "روپیہ اپنے دیئے ھوئے لوں گا اور ذلت دوں گا - ــــــ اگر چھ سو روپے نہ دو گے یہ عورت میرے ساتھ محکمے میں چلے گی - اور نقد روپے میرے پاس اس کے موجود ھیں - اپنے روپے لوں گا اور اس زن بد ظن کو عدالت میں پھنسا دوں گا" -

اس دھقان نے یہ کلام سنا - کہا "روپے اپنے لے جا - یا تل تلوا لے - اس نے روپے اپنے چھ سو لے لئے اور خوش ھوا - فرد ؎

وہ مسافر اپنے زر کو لے گیا
نقد اپنا اپنے گھر کو لے گیا

اے ممتاز! جو کوئی خدا داد پر راضی نہ ھو اور مال غیر پر نظر کرے اس مرد مسافر کی طرح اس عورت حسینہ کو زر اپنا دیوے - اور وہ ھاتھ نہ آوے - جب نیت میں صفائی آئی اور زر اپنا لینا چاھا عورت سے ھاتھ اٹھایا - وہ زر گیا ھوا ھاتھ آیا - لازم ھے انسان کو اپنا زر اپنے ھاتھ سے نہ دے، اور کسی پر دل نہ لگاوے - جس سے کچھ جان پہچان نہ ھو اس سے کام نہ ڈالے، اس مسافر کی طرح خرابی نہ اٹھاوے رباعی ؎

ھوش ھے تجھ کو جو دلا ھو نہ بتوں پہ مبتلا
شرم و حیا و دیں بھلا کھوتے ھیں پل میں بر ملا
دل نہ لگا کسی سے تو سن لے ھماری گفتگو
کہتا ھوں تجھ کو دو بدو دل کو کسی پہ مت چلا

ــــــــ

# داستان

## (٥٠)

## سو سنار کی ایک لوهار کی

ظریفان روزگار اور حریفان فولاد کار سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ھے که دکانیں حدّاد و ذھّاب کی به قرینه دو چشم کے متصل اور برابر تھیں ۔ آھنگر کار آھن میں استاد یگانۂ روزگار تھا، اور سنار استعمال زر میں صانع نادر کار۔ زرگر اپنے ھنر میں ایسا طاق تھا که زیور اس کی جوڑی کا کوئی بنا نہیں سکتا تھا ۔ اور دزدی میں که ھنر سنار کا ھے یگانۂ آفاق ۔ اگر جھومکا طلائی ثریا کا گھڑتا، ستاره وار سونا رکھ لیتا ۔ اور حداد استاد بے همتا ، کار حدید به طرز جدید بناتا ۔ سنار اور لوھار میں بر خلاف۔ نه وه اس کے ھنر کا معترف، نه اس کو اس کی صنعت پر اعتراف۔

مثنوی ـــه

رھے جنگ دونوں کا باھم دوام
لڑائی رھے ان کی ناحق مدام
خریدار آوے جو حداد کے
سنار اس کو کچھ کہه کے بہکا ھی دے
کوئی دیوے فولاد حداد کو
کہے وه چراوے یه فولاد کو

کسی نے اصل فولاد واسطے ساخت شمشیر کے اس آھن گر کو دی۔ آھن گر نے حکمت عملی سے کچھ فولاد نکالی اور آھن ملایا ۔ اس زرگر نے



کسی سے زبان زرگری میں یه پتا بتایا ۔ آھن گر نے قیافه سے جانا ۔ کچھ اس کو دیا اور زرگر کو جھوٹا کیا ۔ مصرع

زر بر سر فولاد نہی نرم شود

صدھا ضرب سنار کی لوھار پر چلی ۔ ایک بھی کارگر نه ھوئی ۔

ایک روز وه زرگر زیور بادشاھی گھڑتا تھا اور سپاھی محافظ پاس بیٹھے تھے ۔ گھڑتے گھڑتے شام ھوئی ۔ روشنی چراغ میں گھڑنے لگا ۔ اور وه آھن گر بھی آ نکلا ۔ سنار نے کئی بار سونا زیور سے کتر کر به بہانۂ پخ زنی چراغ کی چراغ میں ڈالا۔ آھن گر نے دیکھا اور یه کہا مصرع ـــه

چه دلاور است دزدے که بکف چراغ دارد

اور یه وه مثل ھے که ایک بادشاه کے محل سے ھار طلائی مرصع چوری ھؤا ۔ بادشاه نے وقت شب کے فال دیوان حافظ سے کھولی، اور چراغ ھاتھ میں لئے ایک لونڈی کھڑی ھوئی تھی ۔ یه مصرع نکلا ۔

چه دلاور است دزدے که به کف چراغ دارد،

بادشاه نے کنیزک کو زجر و توبیخ کیا ۔ کنیزک نے ھار کے ھار به جنس دیا ۔ ان سپاھیوں نے لوھار کی زبان سے یه شعر سنا ۔ جانا که سنار نے چراغ میں کچھ ڈالا ھے ۔ دیکھا تو کچھ سونا اور کچھ قسم جواھر سے چراغ میں پڑا ھے ۔ زرگر کو مع مال مسروقه کے حضور میں لے گئے ۔ بادشاه نے حکم دیا ۔ ”اس کے ھاتھ کاٹنے واجب اور لازم ھیں“ ۔ چنانچه ھاتھ اس زرگر کے کاٹے اور مال اپنا لے لیا ۔ کسی کو اس حقیقت سے

واقفیت تھی ۔ اس نے کہا ''سو سنار کی ایک لوہار کی''، ۔ بیت ؎

خلش با ہمدگر ہونا برا ہے
فساد سیم و زر ہونا برا ہے

اے ممتاز کسی کو برا کہنا مستعد برائی اپنی کا ہونا ہے ۔ اگر وہ سنار لوہار کی بدی نہ کرتا، اس زرگر کی چوری زبان پر نہ لاتا لازم ہے انسان کو حتی المقدور نیکی سے درگزر نہ کرے ۔ آپ اوروں سے امیدوار نیکی کا ہے ۔ فرد ؎

یہ کیا خوب نکتہ ہے کوئی کہے
رہے گی نکوئی نہ کوئی رہے

---

# داستان

## (۵۱)

## رات کا بھاؤ چھوڑو اور دن کا بھاؤ دو

مایہ داران خزانۂ ظرافت اور تاجران دکان لطافت سے اصل مطلب اس تمثیل کا اس طرح سنا ہے کہ وسعت آباد ملک مشرق میں ایک شہر تھا بہ غایت وسیع پر فضا، نہایت سہانا، دلکشا۔ باغ وہاں کے روکش کشمیر، بلکہ گلشن فردوس آگے ان کے حقیر ۔ بیت ؎

ہوائے خوش و میوہائے فراخ
درختان بار آور و سبز شاخ

بادشاہ وہاں کا عادل، رعیت پرور، فیاض اور کرم گستر۔ رعایا شاد اور شہر آباد ۔ سوداگر روم و شام کے موجود دوکاندار ہر پیشے کے



خوشنود ۔ دوہرہ

راجہ خوش پرجا سکھی کوئی نہ دکھیا ہوئے
جوگی پنڈت جوتشی بسیں وہاں سب کوئے

القصہ اس شہر میں ایک ساہوکار رہتا تھا ۔ صاحب ثروت اور باتوقیر و حشمت، بذلہ سنج ، لطیفہ گو، لطیفہ فہم، خوش خوار، بس چالاک اور طرار، نہایت سیانا اور ہوشیار ۔ بیت ؎

بیع و شرا ہر شے کا کرتا     لین دین میں سچا رہتا

متاع خانہ اس کا ایک بیٹا تھا ۔ سعادت مند بمرتبہ، رشید، ارجمند، شیریں زبان، خوش بیان، شکیل جمیل بے نظیر، صاحب تدبیر ۔ چہرہ اس کا چاند سے زیادہ دمکتا ۔ اور تل اس پر ایسا جیسے ہیرے کی جگنی پر نیلم جڑا ۔ دوہرہ ؎

گورے مکھ پر تل سونا ہے کروں پرنام
مانو چندر بچھائے کے بیٹھو سالگرام

جب کہ وہ سن بلوغ کو پہنچا تب اس کے باپ نے سگائی ٹھہرائی اور ساعت شادی کی دکھائی ۔ جب دن بیاہ کے نزدیک آئے زیور طرح طرح کے بنوائے ۔ بھانت بھانت کی کھانے کی چیز منگوائی اور سب طرح کی تیاری کروائی ۔ چنانچہ روشنی کے لئے کئی من بنولے مول لئے ۔ اور ایک کوٹھے میں دھروا دیے ۔

غرض کہ اس شادی کی تیاری کی ایسی دھوم مچی کہ وضیع و شریف کے کان تک پہنچی ۔

اتفاقاً ان هی دنوں میں ایک چوروں کا قافله اس شهر میں وارد هوا اور شادی کی شهرت سن خوش هو پڑا۔ ان میں سے کوئی کهتا تها که ''یارو! میں بنده کمند افگنی میں استاد،، اور کوئی کهتا تها که ''نقب زنی مجھ کو خوب یاد هے،،۔ ایک بولا که ''میں آنکھوں سے سرمه چراتا هوں،،۔ دوسرے نے کها که ''میں آنکھوں میں دھول جھونک سر کی پگڑی اڑا لے جاتا هوں،،۔ غرض که اس جماعت میں چور، اوچکا، دغا باز، گٹھ کٹا هر ایک اپنے فنون کا بانی اور اپنے هتھکنڈوں میں لاثانی تها۔

قصه مختصر انهوں نے آپس میں مشوره کیا اور ایک اندهیری رات میں که ان کے دل سے تاریک تر تهی، شب گردی کو چلے، اور اس ساهوکار کے مکان نیچے جا پهنچے۔ آخرش کونبل دی، اور مکان میں گھس کر مال و متاع چرانے لگے که اتنے میں پاؤں کی آهٹ پا کر ساهوکار جاگا اور اس بھید سے واقف هوا۔

چونکه ازبس ظریف اور حریف تها ان کے دفعیه کی تدبیر اپنے دل میں اٹهائی۔ هم خوابه سے کهنے لگا که ''اے مونس غم خوار و اے دلبر وفادار! ابیات ـه

تو هے حافظ جان کی اور مال کی
تو هے محرم راز کی اور حال کی
اٹھ نهیں هے اب ترے سونے کا وقت
بلکه آیا هے مرے رونے کا وقت،،



تب تو گھبرا کر اٹھی وه مه لقا
رو کے بولی سچ کهو جی کیا هوا،

ساهوکار بولا که ''گھر میں چور گھسے هیں اور اسباب کو ڈھونڈ رهے هیں لیکن مجھے تمام اسباب کے جانے کا غم نهیں هے پر ڈرتا هوں که بنولے کے انبار پر هاتھ نه ماریں،،۔

اس بات کو سن کر وه خوبرو خوب روئی اور کهنے لگی که ''مجھے ایسی هنسی نهیں بھاتی،،۔

اس نے کها که ''میں نهیں هنستا۔ سچ کهتا هوں،،۔

مثنوی ـه

بتا کیا یه تجھ پر هویدا نهیں
که اب کے برس روئی پیدا نهیں
بنولوں کا اس شهر میں کال هے
ارے گھر گئی وه بڑا مال هے
سنوں هوں که بعد از کئی روز کے
خوشی هو کے شاه دل افروز کے
مقرر هے اک شاهزادے کا بیاه
وه هے حسن میں جیسے تابنده ماه
بنولے طلب روشنی کے لئے
بھلا مجھ سے سرکار نے جب کئے
کهاں سے میں دوں گا انهیں ڈھونڈ کر
اگر لے گئے چور سر مونڈ کر

انھیں دس روپے سیر بیچوں گا واں
اری باؤلی تو کدھر ہے کہاں

منافع ملے خوب دلخواہ جب
جو وہ مال جاوے بڑا ہے غضب

اسی واسطے پوچھتا تجھ سے ہوں
سنا تو نے کہتا میں کیا تجھ سے ہوں

حفاظت سے ان کو دھرا یا نہیں
نہ لے جائیں وہ ہی چرا کر کہیں

کہا اس نے ''جی مجھ کو کیا تھی خبر
بہت تم نہ ہو بیقرار اس قدر

وہ پورب کے رخ کا جو کوٹھا ہے ہاں
انھیں میں نے رکھوا دیا ہے وہاں

اگر واں سے جاتے رہے یا نصیب
ہمارا ہے یاں کون دشمن رقیب''

چور برگشتہ بخت ان کا کلام سن سن خوش ہو رہے تھے اور غافل اس بات سے —— باوجود فیلسوفی اور طراری کے اس کے دام تزویر میں پھنسے اور چوہوں کے مانند دندان طمع بنولوں پر تیز کئے - چھٹ پٹ چادریں کمر سے کھولیں اور بنولوں کی گٹھڑیاں باندھیں اور دست بدست دوش بدوش سراسر بنولے لے گئے - اور دوسرے دن ایک شخص ان میں سے چوک میں دکان کھول کر بیچنے لگا -



اتفاقاً یہ ساہوکار بھی رفتہ رفتہ ادھر جا نکلا - اور بنولوں کا ڈھیر خلاف دستور دیکھ دل میں سمجھا کو ہو نہ ہو وے مدعی ہے - تب تو نزدیک جا کے پوچھنے لگا کہ ''بھائی بنولے روپے کے کے من دئیے؟''

اس سرشار نشۂ غفلت اور پابند خیال منفعت نے کہا کہ ''لالہ! ہوش سنبھالو - سدا تو بنولے خریدا کئے ہو - ہم سنبھل مراد آباد سے بادشاہزادے کے واسطے خرید لائے ہیں اور بارہ روپے تولا بیچتے ہیں - تمہیں خریدنے کا مقدور ہو تو خریدو نہیں تو اپنا رستہ لو'' -

اس میں گفتگو کو طول ہوا اور ہشت مشت ہونے لگی ــہ

اس نے اس کو کہا کہ چل جا ہشت
اس نے اس پر اٹھایا ووہیں مشت

لات مکے کی پہنچی جب نوبت
لی ترازو کی ڈنڈی کھہ کر ہت

ہاتھ پنسیری ساہوکار نے لی
اور کہا ''تیری ایسے تیسے کی

چور ہو کر بنا ہے ساہوکار
لیتروں سے نکالوں تیرا اچار''

لوگ تب دوڑے صلح کرنے کو
مستعد ہو کے لڑنے مرنے کو

بعض مصلح جو تھے پڑھے لکھے
پڑھ کے آیت لگے یہ سمجھانے

و الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللہ یحب آلمحسنین ۔ یعنی کھانے والے غصے کے اور بخشنے والے لوگوں کے اور اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ھے احسان کرنے والوں کو۔ ابیات ؎

مال اپنا ھے چور تب بولا
چاھوں بیچوں میں اشرفی تولا
تجھ کو لینا ھے میرے بھائی لے
نہیں لیتا ھے راہ اپنی لے

تب ساھوکار نے کہا کہ ''میاں ھوش سنبھالو تو۔ رات کا بھاؤ چھوڑو دن کا بھاؤ دو،،۔

یہ سنتے ھی لوگ متعجب ھوکر پوچھنے لگے۔

ساھوکار نے تمام سرگزشت رات کی بیان کی۔ ان میں تماشائی جو حاکم کے آدمی تھے چور کو باندھ لے گئے۔

اے ممتاز! نتیجہ اس مثل کا اور خلاصہ اس نقل کا یہ ھے کہ انسان پر ھر چند کہ مصیبت سخت پڑے، شرط انسانیت یہی ھے کہ نہ گھبراوے اور کسی کے دم میں نہ آوے۔ و الّا اس چور کی طرح باندھا جاوے۔ بلکہ یوں حکمت عملی سے پیش آوے کہ مال اپنا پائے اور نقصان نہ اٹھائے کہ کہا ھے ؎

دو چیز طیرۂ عقل است دم فروبستن
بہ وقت گفتن و گفتن بہ وقت خاموشی

———

## NOTICE TO SUBSCRIBERS

The two issues of the Journal of the University of the Punjab relating to the Humanities, entitled *Journal of Research* (*Humanities*), are published in January and July and the other two issues of the Journal dealing with Sciences, entitled *Journal of Scientific Research*, in April and October. The volumes of *Journal of Research* (*Humanities*) and *Journal of Scientific Research* are numbered separately.

The subscription, including postage, for a single issue is Rs. 2.50 in Pakistan ($1.00 or 7s.6d. in foreign countries), for two issues in a year of *Journal of Research* (*Humanities*) or *Journal of Scientific Research* is Rs. 5.00 ($2.00 or 15s.), and annual subscription, including postage, for four issues is Rs. 10.00 ($4.00 or 30s.).

All correspondence should be addressed to Mr. Iqbal Husain, Secretary, Editorial Board, *Journal of Research* (*Humanities*)/*Journal of Scientific Research*, University of the Punjab, Lahore (West Pakistan).

Printed by A. R. Minhas at the Punjab University Press, Lahore, and published by Iqbal Husain for the University of the Punjab.

# فهرست مضامین

## ممتاز الامثال

مؤلفه

اسدالدوله ممتاز الملک نواب فیض علی خان المتخلص به ممتاز

مرتبه

عبادت بریلوی